Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد 10 • شمارہ 04 • ۱۰ اکتوبر 2020

ماہنامہ

فہمِ دین

نازک زمانہ

یہ نمازیں

دینی تعلیم کیسے حاصل کریں؟

تعلیم گاہیں یا ......

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BSPUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

ilmofy PAKISTAN

کاش! اللہ تعالیٰ ہم سے امتِ مسلمہ کے لیے کوئی عالمی کام لے لے۔ کاش!

آئیے! بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کا ممبر بنئیے اور ممبر تیار کیجیے اور قوموں کی تقدیر بدلنے والی تعلیمی قومی اور عالمی خدمت میں اپنا حصہ ڈال کر دنیا اور آخرت میں سرخ رو ہو جائیے۔

تفصیلات کے لیے وزٹ کیجیے

http://ilmofy.baitussalam.org

UAN No. 111-298-111 | Email: ilmofy@baitussalam.org | Mob: +92-332-3332401

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

اکتوبر 2020

فہم وفکر

نازک زمانہ	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ	جنید حسن	10
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	12
دینی تعلیم کیسے حاصل کریں؟	عبد المتین	13
روشن قندیلیں	ندا اختر	15
رسول اللہ ﷺ کے سفر	ام نسیبہ	16
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	18

خواتینِ اسلام

لَاَزِیْدَنَّکُمْ	ثانیہ ساجد عیسانی	21
محبت رسول	عمارہ فہیم	23
گل بینہ	ارباب گل	25
پراسرار دعوت	سمیرا انور	26
بخیل	نذیر فاطمہ	29
یہ نازیں	ذبیحہ وہرہ	30

باغیچہ اطفال

آزادی ایک نعمت	اہلیہ محمد فیصل	32
نیلو ہد ہد	محمد فیصل	33
موٹو اور ڈبا	انعم توصیف	34
وفادار دوست	سویرا افلاک	36
پلیٹی پس	فوزیہ خلیل	37
مرغ کی بانگ	ڈاکٹر الماس روحی	38
بچوں کے فن پارے		40
انعامات ہی انعامات		41

بزم ادب

سید الانبیاء خاتم الانبیاء	عائشہ صدیقی عائش	42
پڑوسی کے حقوق	ارسلان اللہ خان	43
گلدستہ	محمد اطہر فتح پوری	44

اخبار السلام

بارش متاثرین کے لیے ریلیف پروگرام	خالد معین	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4، کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک :	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

مدیر کے قلم سے

زمانہ نازک سے نازک ہوتا چلا جارہا ہے۔ امتحانات پر امتحانات، آزمائشوں پر آزمائشیں اور فتنوں پر فتنے آرہے ہیں۔ نہ جانے کہاں سے ڈور ہلتی ہے اور لوگ ہمارے ایمانوں کے ڈاکو اور راہ زن بن جاتے ہیں؟ بیرونی طاقتوں کا تو کیا رونا؟ وہ تو ٹھہرے ہی دُشمن۔ وہ تو ثرید کے پیالے پر امتِ مسلمہ کو کچا چبانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں، لیکن آستین کے سانپ بھی تو ہیں، جو ملکِ عزیز میں فرقہ واریت کی راہ ہموار کرنے کی بار بار کوشش کرنے والے گھر کے بھیدی ہیں۔

اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کو تختۂ مشق بنا کر مسلمانوں کے ایمان کو للکارا جاتا ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ اسے اپنا ”عقیدہ“ بتایا جاتا ہے۔ جو حرکت یہود و نصاریٰ نے کی، وہی ہمارے وطنِ عزیز میں کچھ نادان لوگ کر رہے ہیں۔ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کی یہ فضول حرکت ذکر کی کہ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کہ ہم سارے پیغمبروں پر ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ اپنی مرضی کے بعض پیغمبروں کو بس مانیں گے اور باقی پیغمبروں کا انکار کریں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی یہ حرکت قابلِ قبول نہیں، اس طرح یہ کبھی بھی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اب پاکستان میں اس کام کا بیڑا ایک اور گروہ نے اٹھالیا، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے سارے صحابہ کرام کو نہیں مان سکتے، دو چار کو مانیں گے، باقیوں کا انکار کریں گے۔

قارئین! آپ بتائیں دِل پر ہاتھ رکھ کے، کیا کوئی باپ اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اس کی اولاد میں سے کچھ کو تو اُن کی اولاد مانا جائے اور باقیوں کو اس کی اولاد نہ مانا جائے۔ ارے باپ کی ناموس پر بھی بھلا کوئی خاموش رہ سکتا ہے، پھر باپ کی اولاد بھی تو باپ کی ہی جگہ ہوتی ہے۔ ہم تو نبی ﷺ کے غلام ہیں اور اُن کے غلاموں کے غلام ہیں۔ ایک لے دے کے یہی تو اثاثہ بچا ہے ہمارے پاس، ان کی محبت کا، وہ بھی سوشل میڈیا کی بحثوں میں لٹا دیں، تو پھر بچا کیا ہمارے پاس!!! قارئینِ گرامی! دُشمن ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہا ہے، اسلام کو بھی نابود کرنا چاہتا ہے، یہ تو اس کی بھول ہے اور وطنِ عزیز کو فرقہ واریت کی آگ میں بھی دھکیلنا چاہتا ہے۔ کتنا مشکل ہے غیرت اور تحمل کو جمع کرنا، لیکن اللہ جزائے خیر دے، علمائے کرام کو کہ وہ غیرتِ دینی کے لیے بھی میدانِ عمل میں ہیں اور وطنِ عزیز کی حفاظت اور فرقہ واریت سے بچانے کے لیے تحمل کا مظاہرہ بھی کیے جارہے ہیں۔

قارئینِ گرامی! خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جنھوں نے آج سے چودہ سو سال پہلے مدینہ کی چھوٹی سی بستی دیکھی، اس کے نبی ﷺ سے ملے، اُن پر جانیں نثار کردیں۔ قرآن مجید ان کی محبت اور جاں نثاری کے تمغوں سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں فرمایا: أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کہ یہ پکے مومن ہیں۔ کہیں فرمایا: أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دِلوں کا امتحان کرلیا، یہ تقویٰ میں پہلے نمبر پر ہیں اور کہیں فرمایا کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ ہم اُن خوش نصیبوں میں سے تو نہیں بن سکے، جو چودہ سو سال پہلے مدینے کی بستی میں رہا کرتے تھے، مگر یہ صد شکر ہے خدا کا کہ ہم اُن کے نام لیواوں میں شامل ہیں، اُن پر لعن طعن کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

قارئینِ گرامی! صحابہ کرامؓ سے محبت کریں، اُن کی ناموس کی حفاظت کریں، یہ دینِ اسلام کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے اور ہمارے ایمانوں کی حفاظت بھی۔ دُشمن سے ہوشیار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے رہیں، جو علامہ محمد اقبالؒ مانگ گئے کہ

الٰہی! آبرو رکھنا، بڑا نازک زمانہ ہے
دِلوں میں بغض رکھتے ہیں بہ ظاہر دوستانہ ہے

اور ان فتنوں سے بچنے کا طریقہ بس ایک ہے کہ سوشل میڈیا کی فضول گوئیوں سے بچے رہیں۔ علمائے کرام سے جڑے رہیں۔ مقدس شخصیات کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کریں۔ یہ طے کرلیں کہ ہمارا دوست، ملنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور نبی کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت سے سرشار ہو، اور جو ایسا نہ ہو، وہ پھر ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمانوں کی حفاظت فرمائیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

النساء 34-36

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا 34

ترجمہ: مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیوں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور کیوں کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، چناں چہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انھیں سمجھاؤ اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انھیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انھیں مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب سے اوپر، سب سے بڑا ہے۔ 34

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا

ترجمہ: اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔ بے شک اللہ کو ہر بات کا علم اور بات کی خبر ہے۔ 35

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَـنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بے شک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح نمبر 1: قرآن وسنت نے پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ پھر پڑوسیوں کے تین درجے اس آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلے درجے کو ''جارذی القربیٰ'' (قریب والا پڑوسی) اور دوسرے کو ''الجار الجنب'' کہا گیا ہے، جس کا ترجمہ اوپر ''دور والے پڑوسی'' سے کیا گیا ہے۔ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اپنے گھر سے بالکل ملا ہوا ہو اور دوسرے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اتنا ملا ہوا نہ ہو۔ بعض حضرات نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو رشتے دار بھی ہو اور دوسرے سے مراد وہ جو صرف پڑوسی ہو، نیز بعض مفسرین نے پہلے کا مطلب مسلمان پڑوسی اور دوسرے کا مطلب غیر مسلم پڑوسی بتایا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ میں ان سب معنی کی گنجائش ہے۔ خلاصہ یہ کہ پڑوسی چاہے رشتے دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کا گھر بالکل ملا ہوا ہو یا ایک دو گھر چھوڑ کر ہو، ان سب کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بِنَائِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ...وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور اگلے سب پیغمبروں کی مثال ایسی ہے کہ ایک شان دار محل ہے جس کی تعمیر بڑی حسین اور خوبصورت کی گئی ہے، لیکن اس کی تعمیر میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی، دیکھنے والے اس محل کو ہر طرف سے گھوم پھر کے دیکھتے ہیں، انھیں اس کی تعمیر کی خوبی اور خوب صورتی بہت اچھی لگتی ہے، ان کو اس سے تعجب ہوتا ہے، سوائے اینٹ کی خالی جگہ کے۔ (وہ اس حسین عمارت کا ایک نقص ہے۔۔۔۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) پس میں نے آکر اس خالی جگہ کو بھر دیا، میرے ذریعے اس محل کی تکمیل اور اس کی تعمیر کا اختتام ہوگیا اور پیغمبروں کا سلسلہ بھی ختم اور مکمل ہوگیا۔ (اس حدیث کی صحیحین ہی کی ایک روایت میں آخری خط کشیدہ الفاظ کی جگہ یہ الفاظ ہیں، فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ میں ہی وہ اینٹ ہوں جس سے اس قصر کی تکمیل ہوئی اور میں خاتم النبیین ہوں) (بخاری و مسلم)

تشریح: قرآن مجید میں بھی رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اور بہت سی حدیثوں میں بھی اور بلاشبہ یہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین انعام ہے کہ قیامت تک آپ ہی پوری انسانی دنیا کے لیے اللہ کے نبی ورسول ہیں۔۔۔اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی خاتمیت کی حقیقت اور نوعیت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعے سمجھایا ہے جو ایسی سہل الفہم ہے کہ اس کے سمجھانے کے لیے کسی توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں، اس حدیث نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو ہزاروں پیغمبر آئے ان کی آمد سے گویا قصر نبوت کی تعمیر ہوتی رہی اور تکمیل کو پہنچ گئی تھی، بس ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی بعثت و آمد سے وہ بھی بھر گئی اور قصرِ نبوت بالکل مکمل ہوگیا، کسی نئے نبی و رسول کے آنے کی نہ ضرورت رہی نہ گنجائش، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم اور دروازہ بند کر دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے "خاتم النبیین" ہونے کا اعلان فرما دیا گیا۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں (بروز قیامت) پیغمبروں کا قائد اور پیش رو ہوں گا اور یہ بات میں بطورِ فخر نہیں کہتا اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ بھی میں ازراہِ فخر نہیں کہتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی اور یہ بھی میں بطورِ فخر نہیں کہتا۔ (مسند دارمی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ جو خاتم النبیین ہیں اور اس دنیا میں اللہ کے سارے نبیوں، رسولوں کے بعد آئے، قیامت کے دن آپ سب انبیاو مرسلین کے قائد و پیش رو ہوں گے۔۔۔۔پھر آپ نے اسی قیامت کے دن شفاعت اور شفاعت کی قبولیت میں اپنی اولیت اور سابقیت کا ذکر بھی فرمایا اور احادیث میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے اور اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کرکے ساتھ فرمایا "ولا فخر"۔

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
ہر کھانے کا اصل مزہ
شنگریلا سیزننگز سے بڑھا
Shangrila
SOY SAUCE
Shangrila
CHILLI SAUCE
Shangrila
WORCESTERSHIRE SAUCE
Shangrila
SYNTHETIC VINEGAR
کھانوں کو دیں نیا انداز شنگریلا سیزننگز کے ساتھ۔ دیسی کھانے ہوں یا چائنیز اور کانٹیننٹل،
خالص اجزاء سے تیار کردہ شنگریلا سیزننگز دے آپ کے کھانوں کو اصل مزہ۔
Chef Maida's Choice
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaFoods

تعلیم گاہیں یا قتل گاہیں

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

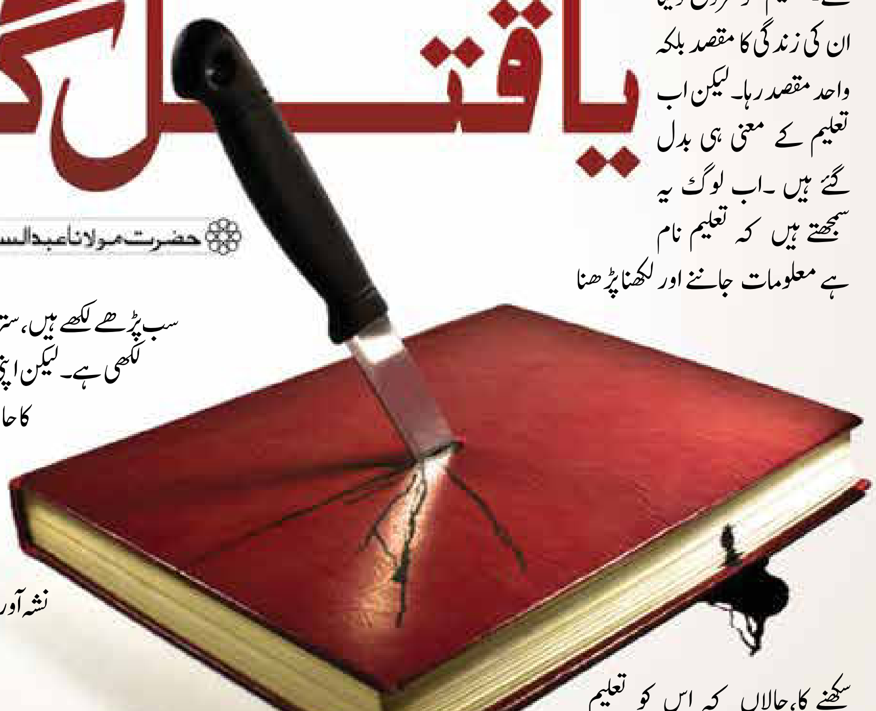

قوموں کا مستقبل

قوموں کا مستقبل تعلیمی اداروں اور نئی نسل سے وابستہ ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانش ور یہ کہتے آئے ہیں کہ کسی قوم کا کل اور مستقبل دیکھنا ہو تو اس کی آج کی تعلیم گاہوں کا ماحول، رنگ اور نظام دیکھنا چاہیے۔ اندازہ ہو جائے گا کہ اس قوم کا کل کیا رُخ اختیار کرنے والا ہے۔ تمام پیغمبروں نے جب اپنی اپنی امت کو صحیح رخ پر ڈالنا چاہا تو سب سے پہلے ان کی دانش گاہوں اور ان کی تعلیم گاہوں کو سنوارا، ان کی تعلیم کو صحیح رنگ دیا۔ تمام پیغمبروں کی زندگی کا نقشہ اور بنیادی مقصد یہی رہا ہے، سارے پیغمبر معلم بنا کر بھیجے گئے۔ تعلیم کو فروغ دینا ان کی زندگی کا مقصد بلکہ واحد مقصد رہا۔ لیکن اب تعلیم کے معنی ہی بدل گئے ہیں ۔اب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم نام ہے معلومات جاننے اور لکھنا پڑھنا سیکھنے کا، حالاں کہ اس کو تعلیم نہیں ، خواندگی کہتے ہیں۔ تعلیم میں صرف معلومات نہیں، تربیت بھی داخل ہے اور تہذیب بھی داخل ہے۔ایجو کیشن کے معنی تعلیم بھی، معلومات بھی، تربیت بھی اور اس کے مطابق زندگی کا ڈھل جانا اور اس کے مطابق معاشرت بھی ہے۔

آہ بدقسمتی!

پہلے جب کوئی تعلیمی ادارہ بن رہا ہوتا تو دیکھ کر خوشی ہوتی تھی کہ قوم کا مستقبل تعمیر ہو رہا ہے، قوم کی ترقی کے لیے جس نسل نے کام کرنا ہے، اس نسل کے سنورنے کی ایک درس گاہ تیار ہو رہی ہے۔ اور اب جو نظر آتا ہے، اس سے تکلیف ہوتی ہے اور سوچنا پڑتا ہے کہ کہیں قوم اور اس کی نسل کے لیے کوئی نیا ذبح خانہ تو تیار نہیں ہو رہا، جس سے اس قوم کی نسل کا ایمان چھینا جائے گا، حیا چھینی جائے گی، غیرت چھینی جائے گی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق چھینا جائے گا، مسجد اور قرآن سے تعلق چھینا جائے گا۔ اب یہ ڈر لگتا ہے۔ اس تعلیمی ادارے میں، گلوکار، موسیقار، وار کریں گے لیلیٰ مجنوں کے کردار استاد بنیں گے۔ بدقسمتی سے اس کے علاوہ اب ان دانش گاہوں میں رہا ہی کیا ہے، یہی دیکھ کر اقبال کہا کرتے تھے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

پستی کا آغاز

تعلیم گاہوں میں اس تبدیلی کا آغاز مسلمان قوم کی پستی اور ذلت کا آغاز تھا۔ دانش گاہوں کا یہ نقشہ ذلت و پستی کا نقشہ ہے۔ مسلمانوں ہی کی دولت لگ رہی اور انہی کی اولاد ضائع ہو رہی ہے ۔ پتا نہیں کون سی نسل تیار ہو رہی ہے ۔ کیا انہیں جاہل کہا جائے۔ یوں تو یہ سب پڑھے لکھے ہیں، ستر سال سے ایوانوں میں بیٹھی مخلوق بھی کوئی جاہل نہیں، پڑھی لکھی ہے۔ لیکن اپنی نسل کا کیا حال کر رہی ہے۔ اور پھر یہ کسی ایک اسلامی ملک کا حال نہیں ہے بدقسمتی سے ساری اسلامی دنیا کا یہی حال نظر آرہا ہے۔ ہمارے مسائل کا حل نری تعلیم نہیں ہے، بلکہ ان مسائل کا حل تعلیم کا صحیح رخ پر ہونے میں ہے۔ آج کیسی درس گاہیں بن رہی ہیں، جن میں ستر فی صد سے زیادہ طلبہ نشہ آور چیزوں کا استعمال کر رہے ہیں۔

نصاب کی بنیاد نظریہ

کسی بھی قوم کے لیے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ایک نظریے کے مطابق ہوتا ہے، یہودیوں کو دیکھیے وہ اپنے نظریے پر کھڑے ہیں اور انہوں نے اپنا سارا تعلیمی نظام بھی اسی نظریے پر ڈھالا ہے کہ ہمارا بچہ اس تعلیمی ادارے سے جب نکلے تو بڑے فخر کے ساتھ یہودیت کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس کے رگ و ریشے کے اندر یہودی نظریات، رچے بسے ہوئے ہوں، وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہوتا ہے، اپنے سرمایے میں سے ایک حصہ اپنے مذہب کے فروغ کے لیے دیتا ہے۔ دنیا کی باقی قوموں کا بھی یہی حال ہے اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے تعلیمی اداروں سے ان کا نظریہ کھرچ کھرچ کر نکالا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب، مسلمانوں کی معاشرت، شعائر اسلام، اللہ و رسول سے تعلق یہ سب کھرچا جا رہا ہے۔ یہ تعلیم گاہیں نہیں بدقسمتی سے ذبح خانے اور قتل گاہیں ہیں۔

انتہائی تکلیف دہ

سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اس ظلم کا ہمیں احساس بھی نہیں ہے۔ تعلیمی اداروں میں تھوڑی سی فیس بڑھ جائے ہا ہا ہو ہو کار مچ جاتی ہے اور اس پر کوئی غور نہیں

کرتا کہ غیرت چلی گئی، حیا چلی گئی ایمان چلا گیا۔ یہاں پڑھنے والے اس ملک میں رہنا ہی نہیں چاہتے۔ ظاہر ہے جب غیروں کی تہذیب پڑھیں گے، غیروں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جائے گا کہاں مسلمانوں کے رہیں گے! الّا وہ جن کے گھروں میں حیا اور ایمان کی زندگی ہے۔ وہاں کچھ ایمان کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے ورنہ تو ہر طرف ارتداد ہے، فکری طور پر، نظریاتی طور پر، اسلام پر اعتماد نہ ہونے کے برابر ہے۔ شرم و حیا کو اس ماحول سے ایسے نکالا جاتا ہے، جیسے کوئی بیماری ہو۔ کے جی سے لے کر یونی ورسٹی تک ایسا بے شرمی کا ماحول ہے۔ پوری کوشش اور توانائی اس پر صرف ہوتی کہ کہیں حیا کے جراثیم لگنے نہ پائیں۔ اور ایسا اس لیے کہ جس معاشرے کے لیے انہیں پرزہ بننا ہے، جن دفتروں اور فیکٹریوں اور کارخانوں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے لیے انہیں پرزہ بنانا ہے وہاں جا کر یہ خود کو اجنبی محسوس نہ کریں۔ اس لیے انہیں تعلیمی اداروں کے اندر ہی بے شرمی کے ساتھ پروان چڑھاؤ تاکہ یہ ہمارے معاشرے اور سوسائٹی کو آسانی سے قبول کر سکیں۔

یہ نسل نہ ملک کی ہے، نہ اللہ کی ہے، نہ اللہ کے رسول کی ہے، نہ اپنے ماں باپ کی رہی ہے۔ بظاہر پڑھے لکھے ہیں۔ بڑی بڑی ڈگریاں ہیں، لیکن اندر سے سب کھوکھلے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے اور اس پر احساس بھی نہیں۔

سوچ کی شکست

برصغیر کے مسلمانوں نے باہمی اتفاق و اتحاد اور ایمانی غیرت سے جب انگریز کو یہاں ٹھہرنے نہ دیا، اس کا بوریا بستر گول کیا تو لارڈ میکالے نے ایک جملہ کہا تھا کہ ”میں جا تو رہا ہوں لیکن میں انہیں ایسا تعلیمی نظام دے کر جا رہا ہوں کہ یہ ہندوستانی اور افغانی ہوتے ہوئے بھی سوچ کے اعتبار سے برطانوی ہوں گے۔ یہ پہنیں گے وہ، جو ہم چاہیں گے یہ کھائیں گے وہ، جو ہم چاہیں گے اور یہ سوچیں گے اس رخ سے، جو ہم چاہیں گے، ان کے فیصلے، ان کے رہن سہن، ان کی تہذیب وہ ہوگی جو ہم چاہیں گے۔“ سچ ہی کہا تھا اس نے۔ یاد رکھنا چاہیے! سرحدوں پہ شکست کوئی بڑی شکست نہیں ہوا کرتی، کبھی ایک جیتتا ہے کبھی دوسرا جیتتا ہے لیکن جس قوم کے دماغ اور سوچ پر دشمن قبضہ کر لے، وہ پھر ہمیشہ شکست خوردہ رہتی ہے۔ پھر اس کے اندر ہمیشہ غلامی کا وہ بیج اور وہ زہر باقی رہتا ہے۔

نصابِ نبویؐ

اس قوم میں پھر آزادی کا جذبہ ہی نہیں رہتا، اس کے نوجوان ہمیشہ ان آقاؤں کی زندگی اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، اس قوم کے لوگ اپنی آنے والی نسل کو انہی کی غلامیت کا سبق پڑھاتے ہیں۔ اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا میں انقلاب لانا چاہا، سب سے پہلی بنیاد اقراء یعنی تعلیم پر رکھی۔ نماز بعد میں، روزہ بعد میں، حج بعد میں، سارے اسلامی احکام بعد میں، سب سے پہلے اِقْرَأْ یعنی تعلیم اور پھر تعلیم کی اہمیت بھی بتائی اور اس کا نصاب تعلیم بھی بتایا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اس نصاب تعلیم میں دو بنیادی باتیں ہیں۔ چاہے ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے، پروفیسر بنے، وکیل بنے، کچھ بھی بنے۔ دو چیزیں اس نصاب میں بنیادی ہیں۔ ایک اپنی اوقات کو نہ بھولے۔ مخلوق ہے بندہ ہے کسی کا محتاج ہے۔ اور دوسرا اپنے خالق کو نہ بھولے۔ اسے یاد رہے کوئی ذات ہے، جو حاکم اور بادشاہ اور خالق و مالک ہے۔ آج کی ساری خرابیوں، کمزوریوں کی بنیاد یہ ہے ہم خود کو بھی بھول گئے اور اپنے خالق کو بھی بھول گئے۔ جب یہ بھول گئے تو پھر جھوٹ بولنا دھوکا دینا، خیانت کرنا سب آسان ہو گیا۔

ہیرا شاگرد

مدین کی فتح کے موقع پر ایک شخص ایک قیمتی ہیرا لے کر آیا اور مالِ غنیمت میں اس نے اسے جمع کر دیا۔ ذمے دار نے پوچھا تم کون ہو؟ اس لیے کہ تمہارے ہیرے کی قیمت ایک طرف باقی سارا جتنا مال غنیمت ہے اس کی قیمت ایک طرف۔ جواب دیا جس ذات کے لیے میں نے کیا وہ ذات میرا نام جانتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ کس درسگاہ کے پڑھے ہوئے تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے شاگرد تھے۔ انہیں پڑھایا اور سمجھایا گیا تھا کہ پالتا کون ہے؟ دیتا کون ہے؟ کھلاتا کون ہے؟ ماں کے پیٹ میں جہاں نہ تمہارا دماغ کام کرتا تھا نہ تمہاری زبان کام کرتی تھی، نہ آنکھیں کام کرتی تھیں، نہ کان کام کرتے تھے اور نہ ہی ہاتھ پاؤں کام کرتے تھے، نہ تیرے اعصاب میں طاقت تھی۔ ماں کے رحم میں، ان اندھیروں میں کس نے پالا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد ایک ایک لمحے میں کس نے پالا اور نعمتیں دیں۔

تعلیم کا رُخ

ان کے سارے تعلیمی نظام میں یہ بنیادی سبق تھا کہ پالتا کون ہے؟ جب یہ حقیقت سمجھ میں آ گئی تو سب محبتوں پر اس پیدا کرنے اور پالنے والے کی محبت غالب آ گئی۔ اب ان کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا، سونا جاگنا سب اللہ کے حکم کے تابع ہو گیا۔ پھر یہ سب ایسے سانچے میں ڈھل گئے کہ ان کا ایک ایک قدم اللہ کی رضا کی جستجو میں اٹھتا، پتا چلا تعلیم مسائل کا حل نہیں ہے، مسائل کا حل اس میں ہے کہ تمہاری تعلیم کا رخ ٹھیک ہو۔ جس میں اللہ کو پہچانو اپنے مالک اور خالق کو پہچانو اور اپنی حیثیت اور اپنے اوقات کو سامنے رکھو۔ تم بندے ہو، مالک اور خالق کوئی اور ہے، تم محتاج ہو غنی کوئی اور ہے۔ یہ بنیادی سبق تھا مسلمانوں کی نسل کی تربیت کے لیے۔ آج کے تعلیمی ادارے مسلمانوں کے تعلیمی ادارے لگتے ہی نہیں کہ ادارے مسلمانوں کے ہیں اور پتا نہیں پڑھ کے نکلنے والی قوم کیا ہے۔ پڑھ کے نکلنے والا ہندو نکلے، مسلمان نکلے، عیسائی نکلے ان میں فرق ہی نہیں لگتا۔

فکرِ مسلم

مسلمانوں کی یہ ذمے داری ہے کہ اپنے بچوں کو جہاں تعلیم دلاتی ہے، ان اداروں اور تعلیم گاہوں کی خبر بھی رکھی جائے۔ ان کی راتیں ان کی خلوتیں، ان کی درس گاہوں کے فنکشن کیا گندگیاں پھیلا رہے ہیں؟ حکمت، تحمل، تدبر اور حوصلے کے ساتھ آواز اٹھائی جائے، سب نے مل کر اپنی حیثیت، اپنے اختیارات کو استعمال کرکے اپنی اولاد کو بچانا ہے اپنے تعلیمی اداروں کو اور اپنی سوسائٹیوں کو بچانا ہے۔ سب کو سوچنا چاہیے کہ ہمیں اور ہماری اولاد کو کس رخ پر ڈالا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان اس کی فکر کرے کہ ہم نے اپنے تعلیمی اداروں میں ایمان، حیا، غیرت اس کے ساتھ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قسط نمبر 19

ہوٹل کا مصلّیٰ

ہم جس ہوٹل میں قیام پذیر تھے ،اس کی میزانائن منزل پر ایک حصہ نماز کے لیے مخصوص تھا۔ یہاں باجماعت نماز کا باقاعدہ انتظام تھا۔ انتہائی نفیس اور خوب صورت کریم اور سرخ رنگ کے امتزاج کے حامل مصلے پر کارپٹ بچھے ہوئے تھے۔ امام کا مصلیٰ بھی خوب صورت جائے نماز سے مزین تھا اور امام بھی خوش الحان قاری تھے۔ قبلہ رخ والی کھڑکی کے پار مسجد حرام کا بیرونی صحن اور بابِ فہد کے منار نظر آ رہے تھے اور ان کی سفید روشنیاں جگمگا رہی تھیں ،جب کہ مصلّے کی یہ جگہ خود زرد روشنیوں سے منور تھی۔ اطراف میں ریک اور الماریاں رکھی ہوئی تھیں ، جن میں قرآن مجید وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ آج اہلیہ اور میں نے عشاء کی نماز وہاں ادا کی۔ وہاں نماز پڑھنا اور وقت گزارنا بہت اچھا اور پرسکون لگا۔ اس کے مین ہال سے ذرا پیچھے ایک حصہ خواتین کے مصلّے کے لیے مخصوص تھا۔ دل چاہا یہاں بار بار نماز پڑھی جائے مگر میرے قیام کے دوران یہاں آج میری پہلی اور آخری نماز تھی۔

گیارہواں روز

اب ہمارے پاس دو ہی دن بچے تھے۔ میں اور اہلیہ رات میں جلد مسجدِ حرام پہنچ جاتے تا کہ تہجد، تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول ہو سکیں اور اگر آرام کی ضرورت محسوس ہو تو پہلی منزل پر مسجد کے پرسکون حصے میں آرام کر لیں۔ وہاں تقریباً دو دو میٹر لمبے عمدہ سبز مصلّے غالیچے بچھے ہوئے تھے۔ دوپہر اور رات کے اوقات میں بعض لوگ ان پر قیلولہ اور استراحت کرتے نظر آتے۔ اے سی کی ٹھنڈک اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ بعض سوجانے والے بے اختیار کبھی کبھی کارپٹ اوڑھ لیا کرتے تھے۔ خواتین کی عبادت کا حصہ بھی وہاں علاحدہ، کشادہ اور آرام دہ تھا۔ زائرین ستونوں پر نصب لکڑی کے ریک میں سے قرآن لے کر پڑھتے نظر آتے تھے۔ وہاں عبادت کرنا اور وقت گزارنا بڑا اچھا لگتا تھا۔

ہوٹل انتظامیہ نے ناشتا پیکیج (اس ہوٹل میں قیام کے مختلف پیکیج تھے) والے مقیم افراد کے لیے ایک الگ منزل فلور ایف پر بوفے بریک فاسٹ کا انتظام کیا ہوا تھا اور عام ناشتے کا ریسٹورنٹ الگ منزل پر تھا۔ اس ہوٹل کے اسٹرکچر میں کریم کلر اسکیم استعمال کی گئی تھی۔ ستونوں میں چہار اطراف کتھئی رنگ مشرابیہ ڈیزائن کا آرکیٹیکچرل بر نصب کیا گیا تھا۔ ناشتے کا ہال بڑا کشادہ تھا اور چار کرسیوں والی چوکور میزیں جا بجا رکھی ہوئی تھیں۔ ہم اکثر ہال کے ایک مخصوص کارنر پر کھڑکی کے ساتھ والی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔ پھر ناشتے کے بعد ہم کمرے میں آکر سو گئے اور نمازِ ظہر سے قبل اٹھ کر مسجد چلے آئے۔

اب وہ وقت شروع ہو چکا تھا کہ جتنی فرض نمازیں آتی تھیں وہ اس سفر میں ہمیں حرم کے اندر دوبارہ نہیں ملنی تھیں۔ میں نمازِ ظہر کے لیے مطاف میں آگیا۔ میرے ہاتھ میں احد سے خریدی ہوئی چھتری تھی۔ گرمی شدید تھی اور سورج عین سر پر چمک رہا تھا اس لیے طواف کے دائروں میں کم لوگ صفیں بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اکا دکا لوگوں کے پاس چھتریاں تھیں جو بہت کارآمد ثابت ہو رہی تھیں۔ پھر خدمتِ خلق کے طور پر بھی آپ چھتری لے جا کر دو ایک لوگوں کو اپنے ساتھ سایہ فراہم کر کے ثواب کما سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کا یوں ادراک ہوا کہ جب میں کھڑا ہوا تھا، میری چھتری کا قدرتی سایہ فرش پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی پر پڑ رہا تھا اور اس کے چہرے پر فرحت بخشی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ خیر نماز کعبہ کے سامنے ادا کی الحمدللہ!

گرمی نے پسینے سے شرابور کر دیا تھا۔ میں مڑ کر جا رہا تھا تو دیکھا ایک صاحب آبِ زم زم پی بھی رہے ہیں اور سر بھی گیلا کر رہے ہیں۔ میں نے ان کی تقلید کر ڈالی مگر یہ تقلید کچھ مہنگی ثابت ہوئی۔ اگلے دو گھنٹے میری طبیعت گری گری سی رہی۔ یہ وہ وقت تھا جو میں نے حجرِ اسود کے بوسے کے لیے مختص رکھا تھا۔ شاید اللہ کا حکم نہیں تھا۔ پہلے چار دن اور پچھلے دو دن تو میں محتاط رہا کیوں کہ دوپہر کے علاوہ اوقات میں رش کا یہ عالم تھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا ایک محاذ فتح کرنے کے مترادف تھا اور ایسا کرنے میں دیگر عبادات کا کرنا دشوار ہو جاتا تھا۔ دعا ہے کہ ربِ کعبہ مجھے یہ توفیق آئندہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ (جاری ہے)

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Mubarak
Just Feels Right
Perfect
Freshener
Room
Freshener
Mubarak
مُبارک
LA PERFUME
DRY
300ml e
perfectairfreshener
PFreshener
www.se.com.pk
https://www.daraz.pk/shop/house-of-perfect

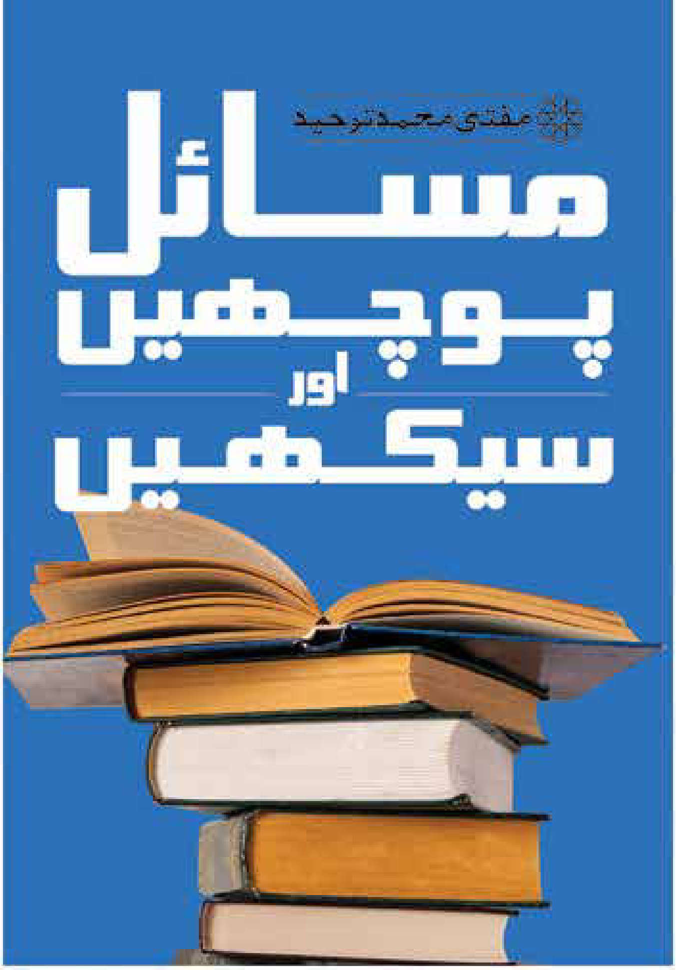

"انسانی کلوننگ" کی شرعی حیثیت

سوال: انسانی کلوننگ کے مسئلے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یورپی سائنس دانوں نے کلوننگ کے ذریعے کئی بھیڑوں اور مختلف حیونات کو پیدا کیا ہے اور اب وہ انسانی کلوننگ کا تجربہ کر رہے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی جنس سے اس جیسی دوسری جنس پیدا کی جائے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق میں مداخلت نہیں؟ جب کہ خالقیت اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے، کیا یہ صفت کسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے؟

جواب: سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور دیگر حیوانات کی تخلیق خلیہ (سیل) سے ہوتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی پیدائش کی ابتدا دو خلیوں سے ہوتی ہے: ان میں سے ایک خلیہ باپ کا ہوتا ہے اور دوسرا ماں کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں خلیے یک جان ہو کر جراثیمی نظام کے ذریعے نشو نما پاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خود بخود ٹوٹ کر یہ کئی خلیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک 120 دنوں تک ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ دو جنسوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

تو گویا انسان کی پیدائش بھی خلیوں سے ہوتی ہے اور ایک انسان لاتعداد خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے جن میں سے ہر خلیہ ایک مکمل فیکٹری کا کام کرتا ہے، مگر یہ بات حقیقت ہے کہ ان خلیوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی مخلوق ان خلیوں کو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ مردہ خلیوں سے کسی حیوان کی پیدائش کا کام لیا جاسکتا ہے۔ سائنس دان تو کائنات کے ظاہری مشاہدات پر غور کر کے پھر اس پر عملی تجربہ کرتے ہیں جس میں کبھی تو وہ کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی ناکام۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سائنس دان کسی تجربہ میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر جن اجزاء پر انہوں نے تجربہ کیا ہے وہ تو سائنس کی پیداوار نہیں ہوتے، ان کا خالق تولامحالہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے کسی کامیاب تجربہ میں بھی سائنس کو خالق کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اس لیے کہ خالقِ حقیقی ایک تو اپنی تخلیق میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور دوسری وہ معدوم چیز کے ہر مادہ کو خود پیدا کرتا ہے اور کسی دوسرے پیدا کردہ مادہ پر بنیاد قائم نہیں کرتا۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے: "کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خالق ہے؟" اور یہ بھی: "وہ معبودانِ باطلہ تو ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی بھی صفتِ خالقیت سے متصف نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا سائنس دانوں نے بھیڑ اور بندر کو خلیوں سے پیدا کرنے کا جو تجربہ کیا ہے اس سے ان کے بارے میں خالقیت کا عقیدہ نہ رکھا جائے اور یہ تخلیق بھی نہیں، بلکہ ایک کامیاب تجربہ ہے، اس لیے کہ کسی چیز کا کلون اس کی ڈی این اے یا کروموسوم کی ترقی یافتہ شکل ہوتی ہے جس میں قدرتی طور پر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سائنس دانوں نے اس کی پرورش کی جس سے بھیڑ کے کلون یعنی ڈی این اے نے بھیڑ کی شکل اختیار کی۔

لہٰذا اس ڈی این اے کو ترقی دینے یا پرورش کرنے سے سائنس دان بھیڑ کے خالق نہیں بنے، جیسا کہ کوئی دائی یا نرس کسی بچے کو پالنے اور اس کی پرورش کرنے سے اس کی ماں نہیں ہو سکتی، بالکل اسی طرح سائنسی ایجادات سے کسی خلافِ فطرت کارنامے پر وہ سائنس دان خالق نہیں بن سکتے، اس لیے کہ ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا اور ان میں یہ تمام تر خصوصیات اسی نے پیدا کی ہیں، البتہ اس قسم کے تجربوں سے کسی جانور کا پیدا ہونا یا کسی خلافِ فطرت امر کا سامنے آنا شرعاً ناممکن نہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو سائنس دانوں کے ان تجربات سے قدرتِ خداوندی کا ظہور اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت سامنے آتی ہے۔ مثلاً: سائنس کی اس ایجاد سے حیاتِ ثانی کے اسلامی عقیدے کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مادہ پرست اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے منکرین سے لاشعوری میں یہ بات لوگوں پر عیاں کرادی کہ جب ایک مخلوق اپنے تجربہ سے کسی جانور کے ایک خلیہ سے ایک اور جانور کو بالکل اسی شکل و صورت، رنگ ڈھنگ اور دیگر عادات واطوار کے ساتھ پیدا کر سکتی ہے تو خالقِ کائنات، مالکِ ارض وسما بدرجہ اولیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔

سائنس کی اس ایجاد سے حیات بعد الموت کے بارے میں وارد بعض احادیثِ مبارکہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً: یہ کہ جب کوئی انسان اس دارِ فانی سے انتقال کر کے قبر میں چلا جاتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء خاک ہو جاتے ہیں علاوہ ریڑھ کی ہڈی کے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی سے انسان کو دنیاوی شکل و صورت میں اٹھائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کا جو حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ رائی کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔

تو سائنس کی اس قسم کی ایجادات سے اسلامی تعلیمات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے، البتہ انسانی کلوننگ کا عمل شرعی نقطہ نظر سے کئی وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے:

1. اس تجربے کی کامیابی سے لاشعور اور لاعلم انسانوں کے دل ودماغ میں کسی سائنس دان کے خالق ہونے کا عقیدہ راسخ ہونے کا خطرہ ہے جو بنصِ قرآن کریم ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ صفت خالقیت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔
2. اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوقات میں بگاڑ کے ارتکاب کا عنصر نمایاں ہے جو کہ ایک شیطانی عمل ہے جس کا شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے انسانوں کو گمراہ کرنے کا چیلنج دیا تھا: "میں انسانوں کو اس بات کی تعلیم دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل وصورت میں تغیر پیدا کریں اور اس کو بگاڑ دیں۔" کلوننگ میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی انسانی شکل وصورت تختہ مشق بن جائے گی اور اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہے گا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔
3. اس عمل میں غیر فطری طریقے سے انسان کی پیدائش ہوگی اور توالد و تناسل کا جو طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے، اس کی خلاف ورزی ہوگی۔
4. اس طریقہ عمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ابتداء ہی سے مادر پدر آزاد ہوگا اور ماں باپ کے پیار و محبت سے محروم ہوگا، جبکہ اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ماں باپ کا ہونا از حد ضروری ہے۔
5. کلوننگ کے اس عمل سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں جھگڑے پیدا ہونے کا قوی امکان ہے، اس لیے کہ کلوننگ میں ایک ہی اصل سے خلیہ لیا جاتا ہے اور اسے کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے تو اب اس بچے پر اس عورت اور جس مرد سے خلیہ لیا گیا ہے کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگا، جبکہ جنگ وجدال سے اسلام نے منع فرمایا ہے اور اس کے ذرائع کو بند کرنے کا حکم دیا ہے۔
6. کلوننگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کے ثبوتِ نسب کا بہت بقیہ ص 14 پر

عبدالمتین

دینی تعلیم کیسے حاصل کریں؟

وقت اور مصروفیت

ایسے مسلمان بھائی جو دین کی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اپنی ملازمت یا کاروبار کی وجہ سے بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں اور ان کے دن کا اکثر حصہ ان مصروفیات کی نذر ہو جاتا ہے، لیکن اس قدر مصروف شخص بھی موبائل استعمال کرلیتا ہے، اپنی ورزش کے لیے وقت نکال لیتا ہے، ٹی وی تھوڑا بہت سہی مگر دیکھ لیتا ہے، دوستوں کو وقت دے دیتا ہے، نیند آرام اور لیٹنے کے لیے بھی ضرورت سے زیادہ اہتمام کرلیتا ہے اور یقیناً یہ تمام کام ایسے ہیں، جو دن بھر میں ایک گھنٹے سے تو زائد وقت لے لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ مصروفیت دین کی تعلیم حاصل کرنے میں بھی رکاوٹ نہیں بن سکتی کیوں کہ دین کی بنیادی تعلیم کے لیے سالہا سال پڑھنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ روزانہ صرف ایک گھنٹے کا وقت نکالنا بھی بہت کافی ہو سکتا ہے۔

وقت نکالنے کا طریقہ

سب سے پہلے اپنے معمولات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، جن میں کچھ کام بہت ضروری کچھ ضروری اور کچھ غیر ضروری ہوتے ہیں، لہٰذا غیر ضروری کاموں کو سب سے پہلے اپنے معمولات سے کاٹ لینا چاہیے اور اس کے بعد ضروری کاموں میں بھی ترجیح قائم کرکے اپنے معمولات کی ایک ترتیب بنانی چاہیے، اس طرح بہت سا وقت بچ سکتا ہے۔

وقت، جگہ، استاذ اور نصاب کا انتخاب

جب وقت بچانے کی مہم کامیاب بن جائے تو اپنے 24 گھنٹوں میں روزانہ بلا ناغہ صرف ایک گھنٹے کا وقت نکال لیں اور یہ وقت نمازوں کے اوقات کے متصل ہو تو اور بھی زیادہ اچھا ہے مثلاً یہ پکا عزم کرلیا جائے کہ کسی ایک نماز کے بعد ایک گھنٹا مسجد میں رہوں گا۔ اس کے بعد اپنے گھر، دکان یا دفتر کے قریب ایسی مسجد کا انتخاب کرے، جہاں وہ آسانی کے ساتھ نماز پڑھنے جاتا ہو، وہاں امام صاحب سے اکیلے میں یا اپنے چند دوستوں کے ہمراہ گذارش کرے کہ ہمیں دین سیکھنے کا بے حد شوق ہے لیکن ہم اپنے مصروفیات میں اٹے ہوئے ہیں، مہربانی فرما کر ہمارے لیے آپ ایک گھنٹا فلاں وقت نکال لیں تاکہ ہم ایک پاکیزہ ماحول میں عالمِ دین کی نگرانی میں دین کا صحیح فہم حاصل کرسکیں اور ہم اس کے لیے آپ کو اعزازیہ بھی دیں گے۔

اس کے بعد امام صاحب ایک ضروری نصاب پڑھائیں گے جس کا خاکہ درج ذیل ہوگا:

1. عقائد و نظریات
2. تجوید
3. مسائل و آداب
4. اخلاقیات و معاشرت
5. اذکار و دعوات
6. سیرت و سوانح

مضامین کی اہمیت

یہ وہ بنیادی امور ہیں کہ جن کو ایک عالمِ دین کی نگرانی اور تربیت میں رہ کر سیکھنے سے مسلمان کی زندگی میں ایک مثالی کردار کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے۔ ان میں عقائد و نظریات کی اہمیت یہ ہے کہ ایک مسلمان کا تعلق اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے ساتھ ایسا مضبوط ہو جائے کہ دنیا کی کوئی بھی مادی طاقت اسے پیچھے نہ ہٹا سکے۔ تجوید کے ذریعے وہ اللہ کے کلام کو کما حقہ پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرلیتا ہے اور اسی سے اپنی نماز و اذکار بہتر ادا کرلیتا ہے۔ مسائل و آداب کا علم ایک مسلمان کو عملی زندگی کے راہنما اصول سکھاتا ہے جن کو جان کر اسے مہد سے لحد تک زندگی گزارنے کے طریقوں کا پتا چل جاتا ہے۔ اخلاقیات انسان کی روحانی حالت کو بہتر کرتے ہیں، اس کی روح میں موجود بری عادات کو کرید کرید کر نکالتے اور اچھی عادات کو جگہ دیتے ہیں۔ اذکار و دعوات کے ذریعے ایک مسلمان اس بات کا عادی بن جاتا ہے کہ وہ پل پل اپنے رب سے رابطے میں رہے اور اپنے دل کی حالت کو درست رکھے۔ نیز ان تمام امور میں سیرت طیبہ اور سوانح کے شامل کرنے کا مقصد اپنے اسلاف کی روشن اور تابناک مثالی زندگی سے واقف ہونا ہے۔

نصاب کا اسلوب

یہ ایک ایسا نصاب ہے جس کے لیے کوئی باقاعدہ کورس تیار نہیں کیا جا سکتا بلکہ استاذ سیکھنے والوں کی ضرورت، صلاحیت اور ماحول کے مطابق کوئی بھی اچھی ترتیب متعین کر سکتا ہے، ورنہ کسی بھی مخصوص نصاب کا ہر طالب علم کی استعداد و ضرورت کے موافق ہونا خود تعلیمی اصولوں کے خلاف ہے۔ اور مذکورہ امور میں ایسے مضامین شامل ہیں، جس کے ذریعے ایک مسلمان اپنی تمام نظریاتی اور عملی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔

طریقِ تعلیم

مذکورہ تعلیمی سلسلہ ہر شخص اپنی آسانی کے موافق اختیار کر سکتا ہے کیوں کہ ایسا کوئی گھر، دوکان، دفتر یا کاروبار نہیں جس کے 10 منٹ کے فاصلے پر کوئی مسجد نہ ہو اور ایسی کوئی مسجد نہیں جس میں کوئی امام نہ ہو اور ایسے ائمہ نہ ہونے کے برابر ہیں، جو عالمِ دین نہ ہوں ورنہ تقریباً ائمہ عالمِ دین ہوتے ہیں اور تجوید، قرآن حدیث، فقہ، سنن و آداب، اذکار و دعوات اور سیرت کے بنیادی مباحث سے واقف ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب وقت، جگہ، استاذ اور نصاب کے موضوعات کا تعین ہو گیا تو اس کے بعد آپ اپنے اس گھنٹے کو تقسیم کریں اور استاذ سے گذارش کریں کہ وہ روزانہ آپ کو 20 منٹ تجوید سکھائیں، جس میں سب سے پہلے قاعدہ پھر ناظرہ اور بقیہ 10 منٹ آپ کو عقائد کا تعارف کرائیں، جس میں توحید، رسالت اور آخرت کے بارے میں سمجھائیں۔اس کے بعد 10 منٹ مسائل سمجھا دیں جن میں طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج عمرہ، احکام میت، نکاح اور خرید و فروخت کے مسائل شامل ہیں۔اس کے بعد 10 منٹ آپ حدیث پڑھیں جس میں اخلاقیات، معاشرت اور رقاق اور دعوات کے مضامین شامل ہوں۔آخری 10 منٹ دعائیں یاد کرنے میں لگا دیں۔

ہفتے میں چار دن یہ معمول طے کرنے کے بعد ایک دن تجوید کے سبق سے فارغ ہو کر نماز کی عملی مشق کی جائے اور استاذ سے عرض کیا جائے کہ میں آپ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں، آپ میری نماز میں موجود کوتاہیوں کی نشان دہی فرما کر مجھے مسائل سمجھاتے جائیں۔اس کے علاوہ استاذ سے گذارش کریں کہ ہمیں سیرت و سوانح کا مضمون بھی پڑھا دیں۔ انبیاء، صحابہ، تابعین، ائمہ، محدثین، اولیاء و علماء کرام کی زندگی کے بارے میں بھی بتائیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ جو کچھ ہم سیکھ رہے ہیں اس کی عملی شکل کیسی ہوتی ہے اور کیا حالات ہیں، ان شخصیات کے، جنہوں نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔اسی طرح آخری درخواست یہ کریں کہ ہمیں اولاً قرآن کریم کی مختصر سورتوں کا ترجمہ و تفسیر پڑھا دیں، وہ سورتیں جو نمازوں میں عام طور پر پڑھی جاتی ہیں تاکہ ہم اپنی نماز کو سمجھ سمجھ کر پڑھیں اور اس کے بعد طویل مکی سورتیں پڑھا دیں، جن میں ایمانیات کو موضوع بنایا گیا ہے تاکہ ہم بھی اپنی ایمانی تربیت کا انتظام کر سکیں اور پھر مدنی سورتیں جس کے بعد ہمیں قرآن فہمی کا ایک مستند تصور سمجھنے کو ملے اور اللہ کے عظیم کلام کے ساتھ ہمارا ایک تعلق بن جائے۔

البتہ وہ ساتھی جو تجوید میں بہتر ہیں، اور تلاوت کا معمول بھی رکھتے ہیں تو وہ تجوید کا مضمون نہ پڑھیں، اسی طرح احادیث میں پہلے جوامع الکلم پر مشتمل مختصر احادیث کا مجموعہ حفظ کیا جائے بعد میں معارف الحدیث جیسی تفصیلی کتاب پڑھیں جو کہ اردو میں احادیث کا ایک بہترین مجموعہ ہے، جس میں صحاح ستہ کی تمام احادیث کا مجموعہ آگیا ہے۔اس کا ایک بہت بڑا فائدہ سیکولرازم کی تردید بھی ثابت ہو گا کیوں کہ جب ہر شخص دین کی تعلیم حاصل کرے گا تو ہر ادارے میں دین کا رنگ دیکھنے کو ملے گا جن میں گھر، گلی، مسجد، بازار، تھانہ، عدالت، دکان، کاروبار، دفتر سب شامل ہوں گے اور یہ تعلیم چوں کہ فقط عبادات کی حد تک محدود نہیں ہے اسی لیے ہر موڑ پر دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے گا جن میں طہارت و عبادات سے لے کر خرید و فروخت تک سب احکام شامل ہیں۔

بڑا مسئلہ پیدا ہو گا کہ اس بچے کا نسب خلیہ والے مرد سے ثابت کیا جائے یا جس عورت کے رحم میں یہ خلیہ رکھا گیا ہے اس سے نسب ثابت کیا جائے، جبکہ اسلام نے ثبوتِ نسب کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور حتی الامکان کسی بچے کے نسب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً یہ کہ اگر ایک شادی شدہ عورت سے کسی نے زنا کیا اور اس زنا سے اسے حمل ہو گیا تو بچے کا نسب عورت کے شوہر سے ثابت ہو گا نہ کہ زانی سے۔

7 اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف رنگوں اور صورتوں میں پیدا کیا ہے۔ حتی کہ ہر انسان کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی لکیریں بھی ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہیں، ان کی آواز میں باہمی اختلاف موجود ہے اور یہ اختلاف اس لیے ہے کہ ان کی پہچان میں آسانی ہو اور اگر کسی سے جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اس تک قانون کی رسائی ہو سکے، جبکہ کلوننگ میں ایسا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والا انسان اپنے اصل کے ساتھ ہر ہر شے میں موافق ہو گا، دونوں میں کوئی امتیازی نشان نہیں ہو گا جس کی وجہ سے اصل اور نقل میں پہچان مشکل ہو جائے گی۔اسی طرح ارتکابِ جرم کی صورت میں مجرم تک قانون کی رسائی بھی محال ہو جائے گی جس سے لاقانونیت، بدامنی، جرائم کی کثرت اور دنیا میں فسادات کے زیادہ ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے اور اگر کسی جرم میں اصل کی بجائے اس کے کلون کو اور کلون کی بجائے اس کے اصل کو سزا دی جائے تو یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

8 اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس کے تحت وہ کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے اور کسی کو بیٹیاں، جبکہ بعض کو دونوں اور کسی کو بانجھ یعنی بے اولاد رکھتا ہے۔

کلوننگ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مخالف و مقابل ہے، اس لیے کہ ہر انسان میں بار آور خلیہ جات لاتعداد مقدار میں موجود ہیں جس سے کلون کا پیدا ہونا لازمی امر ہے تو اس عمل سے کوئی بھی بانجھ کا مصداق نہ ہو گا اور لوگ صرف نرینہ اولاد کا ہی تقاضا کریں گے۔

9 بعض لوگ صرف اس لیے شادی کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بچے پیدا ہوں، جبکہ بچے پیدا کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت اور شادی کرنا بذاتِ خود سنتِ مؤکدہ ہے اور شادی کے بعد بچوں کا پیدا ہونا کوئی ضروری نہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ چار چار شادیاں کرنے کے باوجود ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا، حالاں کہ طبّی لحاظ سے وہ بالکل تن درست ہوتے ہیں، لہٰذا اگر کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کرنے کو جائز قرار دیا گیا تو لوگ کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کریں گے اور امر مطلوب (شادی) کا سنت عمل ترک کر دیں گے جو شرعاً صحیح نہیں۔

10 کلوننگ کے اس عمل میں اجنبی عورت کے رحم میں خلیہ رکھا جاتا ہے، چناں چہ اس عمل کے لیے غیر محرم مرد کے سامنے اس عورت کا ستر عورت کھل جاتا ہے جو کہ خلافِ شرع، خلافِ فطرت اور حیا سوز عمل ہے۔اسلام نے ہم جنس یا غیر جنس کے سامنے بلا ضرورتِ ستر کھولنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ستر کو چھپانا فرض قرار دیا ہے، لہٰذا ان وجوہ کی بناء پر انسانی کلوننگ کا عمل ناجائز اور حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعتِ مقدسہ اور عقلی دلائل کی روشنی میں یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ کلوننگ کوئی غیر ممکنہ عمل نہیں اور نہ کوئی تخلیقی صفت ہے کہ جس سے کوئی سائنس دان صفتِ خالقیت سے متصف ہو جائے، البتہ اس تجربہ کو انسانی کلون پر بروئے کار لانا تفصیل میں ذکر کی گئی وجوہ کی بنا پر ناجائز، حرام اور غیر اخلاقی و غیر شرعی عمل ہے۔(فتاویٰ حقانیہ، ج:1، ص:323)

اہلِ قبلہ ہونے کا مطلب

سوال: کلمہ گو اور اہلِ قبلہ شرعاً کسے کہتے ہیں؟ قادیانی بھی تو ہماری طرح کلمہ پڑھتے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، پھر وہ اہلِ قبلہ ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟

جواب: واضح رہے کہ کلمہ گو اور اہلِ قبلہ اسلام اور مسلمانوں کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ جو کلمہ پڑھ لے خواہ کسی طریقے سے پڑھے یا جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے، بلکہ یہ لفظ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکامِ اسلامیہ کا پابند ہو، جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایم اے ہیں تو ایم اے ایک اصطلاحی نام ہے ان تمام علوم کا جو اس درجے میں سکھائے جاتے ہیں، اسی طرح اہلِ قبلہ کے معنی بھی باتفاقِ امت یہی ہیں کہ جو تمام احکامِ اسلامیہ کا پابند ہو، یعنی ضروریاتِ دین کو مانتا ہو۔

حضرت رحمت بنت افرائیم
زوجہ ایوب علیہ السلام

ندا اختر

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ایک ہزار بکریاں پانچ سو غلام اور پانچ سو اہل و عیال تھے۔ آپ ہر وقت عبادت میں اور اللہ کی یاد میں مشغول رہتے اور شکر گزاری کرتے۔ شیطان آپ کی عبادت اور خدا کی شکر گزاری کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتا اور آپ کو اپنے پھندے میں پھانسنے کی کوشش کرتا۔

غیب سے ندا آئی کہ "اے لعین! ایوب میرا بندہ صالح شاکر ہے اس پر تیرا اغوا کچھ اثر نہیں کر سکے گا"۔ شیطان نے کہا "خدایا تو نے اس کو ثروت اور فراغت اور قدرت عطا کی ہے اور اس کی آنکھیں اولاد کے دیدار سے روشن ہیں۔ بھلا شکر کیوں نہ کرے۔ ہم تو جب جانیں کہ سب کچھ چھین لیا جائے اور پھر ویسا ہی شکر گزار بنا رہے"۔ اسے کہا گیا کہ "اے لعین! وہ ہمارا بندہ ہے، وہ ہر حال میں ایسا ہی رہے گا اچھا جاؤ ہم نے تمہیں اس کے مال و اولاد کا اختیار دیا۔ سب کو فنا کر دو پھر دیکھ لو۔"

چناں چہ شیطان لعین آیا اور آپ کے سارے کھیت، باغ آگ لگا کر فنا کر دیے اور روتا ہوا باغباں کی صورت میں آیا اور کہا اے ایوب! کیوں تو ایسے خدا کی عبادت کرتا ہے جس نے تیرے سارے باغ اور کھیت جلا ڈالے آپ نے سن کر تبسم فرمایا اور یہ کہا کہ الحمد للہ! اب میں اور زیادہ بے فکری سے اس کی عبادت کروں گا، پھر سجدے میں ایسے گئے کہ ساری رات سر نہ اٹھایا۔ دوسرے دن شیطان نے آپ کے تمام اہل و عیال کے اوپر جب کہ وہ ایک مکان میں جمع تھے چھت گرا دی، سارے زن و فرزند دب گئے تو بچوں کے معلم کی صورت میں روتا ہوا آیا اور کہا: "اے ایوب جس وقت ان بچوں کے سر پر چھت گری تو ان کی ناک کے راستے سے ان کا سر کا بھیجا باہر نکلتا تھا، انتڑیاں ان کی باہر آگئیں ہائے! پتھر بھی دیکھ کر پانی ہو گئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ اب تو میں ہر طرح سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت کے لیے رہ گیا اور یہ کہہ کر سجدے میں سر رکھا اور ایک رات ایک دن شکر ادا کیا۔

شیطان نے کہا کہ اے خدا! اب مجھے ان کے بدن پر اختیار دے پھر معلوم ہو گا کہ یہ کس طرح عبادت کرتا ہے پروردگارِ عالم نے فرمایا جا اس کا بھی تجھ کو اختیار دیا۔ یہ بھی تو کر کے دیکھ لے۔

چناں چہ تیسرے دن شیطان ساحر بن کر آیا اور آپ کی ناک میں پھونک ماری۔ اس کی حرارت سے پورے بدن مبارک میں خارش شروع ہو گئی جس سے گوشت پوست پھٹنے لگا اور تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے اور لوگوں نے آپ کو شہر سے باہر ایک جھونپڑی میں ڈال دیا۔ ہر کوئی آپ سے بے زار ہو گیا سوائے آپ کی بیوی رحمت بنت افرائیم کے۔ ایک روایت میں ان کا نام ماخیر بنت میشا ابن یوسف علیہ السلام آیا ہے جب کہ ایک روایت میں ان کا نام لیا بھی آیا ہے۔

یہ زوجہ محترمہ خدمت پر کمربستہ ہو گئیں۔ جب سب مال و دولت ختم ہو گیا تو نیک بخت بیوی حضرت رحمت نے مزدوری شروع کر دی۔ نصف مزدوری خدا کے نام حضرت ایوب علیہ السلام کی تن درستی کے لیے صدقہ دے دیتیں اور نصف پر خود اپنا گزر کرتی تھیں۔ اور اسی میں سے حضرت ایوب کو کھلاتیں اور تیمارداری کرتیں۔

جب بھی مزدوری کے واسطے جاتیں، راستے میں شیطان کھڑا ہوتا اور کہتا: "تو جوان اور صاحب جمال ہے کس واسطے مزدوری کرتی ہے اور اپنی جوانی کو تو ایسے آدمی کی خدمت میں برباد کرتی ہے۔ مصر میں ایک دولت مند سردار ہے اس بیمار کو چھوڑ دے میں تجھ کو اس سردار کے نکاح میں دے دوں گا اور تیرا درجہ اوج عزت کو پہنچاؤں گا۔" حضرت رحمت پاک اعتقاد والی اس کی کسی بات کی طرف بھی التفات نہ کرتیں۔ بلکہ واپسی پر وہ سارا حال حضرت ایوب کو سنا دیتیں تو حضرت ایوب فرماتے کہ "وہ ابلیس لعین ہے تو اس کی باتوں پر فریفتہ نہ ہونا۔"

ایک دن حضرت رحمت کے پاس شیطان طبیب بن کر آیا اور کہا کہ اس کا علاج میں کرتا ہوں لیکن شفا مجھ سے سمجھو، لیکن وہ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

مال برباد ہو گیا اولادیں مر گئیں جسم مبارک مریض ہو گیا یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی، جہاں بیماری نہ ہو، صرف دل و زبان سلامت تھے۔ پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا اور اس حال میں کوئی ایسا نہ تھا جو خبر گیری کرتا۔ سوائے ایک نیک بخت بیوی کے جن کے دل میں خوفِ خدا اور اپنے شوہر کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کرتیں اور اپنے شوہر کی خدمت بھی کرتیں۔ ایک دن حضرت رحمت کو آنے میں ذرا دیر ہو گئی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوئی اور آپ نے قسم کھا لی کہ اگر تن درست ہو گیا تو پھر میں اسے سو کوڑے ماروں گا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے اللہ سے دعا کریں کہ یہ تکلیف دور ہو جائے تو فرمایا کہ میں نے ستر سال صحیح تن درست اللہ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں، کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے گزرنے مشکل ہیں۔

حضرت ایوب نے اس طویل بیماری میں صبر کیا اور پھر پروردگارِ عالم سے صحت کے واسطے دعا والتجا کی تو پروردگار عالم نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور ان کو حکم ہوا کہ زمین پر ایڑی رگڑیے۔ یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اس سے غسل کیجیے اور اس کا پانی پیجیے تو یہ ساری بیماری چلی جائے گی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کے مطابق کیا تمام بدن جو زخموں سے چور تھا اور بجز ہڈیوں کے کچھ نہ رہا تھا اس چشمے کے پانی سے غسل کرتے ہی بقیہ ص 17 پر

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر

قسط نمبر 1

ام نسیبہ

اسلام دینِ فطرت ہے۔ سادہ، آسان اور ہمہ گیر۔ جیسے فطرت حیاتِ انسانی کے ہر گوشے میں کار فرما ہے، اسی طرح احکامِ اسلام بھی انسانی زندگی کے ہر گوشے میں طریقِ نجات ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کا اسوہ بھی محض چند عقائد و عبادات تک محدود نہیں، بلکہ آپ کی سنت ہر زاویہ ءِ حیات میں بہترین راہ عمل فراہم کرتی ہے۔ سفر بھی ہمیشہ سے انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ رہا ہے۔ جستجو کے نئے راستے اور ارتقا کی نئی منزلیں سفر در سفر کے انسانی حوصلوں کی مرہون منت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اگرچہ مختلف وجوہ کی بنا پر قبائل سفر تو کرتے رہتے تھے تاہم ذرائع سفر نے اونٹ اور گھوڑے سے ترقی نہیں کی تھی۔ بحری سفر کے لیے سواریوں کا بھی یہی حال تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ سمندر کی ہیبت بلکہ بعض معاشروں میں اس کی دیوتانہ عظمت نے بحری نقل و حرکت کو نہایت دہشت ناک اور محدود بنا دیا تھا۔ اس پس منظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کا یہ پیغام لے کر آئے۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ النحل)

"اور وہ (اللہ) پیدا کرے گا وہ (سواریاں) جنہیں تم نہیں جانتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ انسانیت کو غیر روایتی، لیکن غیر دیومالائی اور حقیقی، جدید سواریوں کا تصور دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فضائل بیان فرما کر بحری سفر کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی۔ مثلاً ارشاد فرمایا "میں نے خواب میں اپنی امت کے کچھ لوگوں کو تخت پر بیٹھے بادشاہوں کی طرح سمندر کی پشت پر بیٹھے دیکھا۔" (صحیح مسلم)

اعتدال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ایک بنیادی جزو ہے۔ سفر کے معاملے میں بھی یہ پیش نظر رہا ہے، چناں چہ ایک طرف جہاں مفید اور بامقصد سفر کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی، وہیں بے مقصد سفر کی حوصلہ شکنی بھی کی گئی۔ گویا سفر ہمیشہ بامقصد ہونا چاہیے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کا مقصد سفر حاصل ہو جائے تو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آنے میں جلدی کرے۔" (مسلم)

آقا علیہ الصلوۃ والسلام معلم انسانیت بن کر تشریف لائے تھے۔ خود ارشاد فرمایا: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (ابن ماجہ) "مجھے تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

آپ علیہ السلام نے انسانیت کو اخلاق و آداب زندگی سکھلائے۔ دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی کی طرح انسانی زندگی کے اس اہم حصے "سفر" کے آداب کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہمیت سے تعلیم دی۔ اس سلسلے میں تعلیمات نبوت اور اسوہ رسول کی تفصیل یوں بیان کی جا سکتی ہے۔

دعا

نبی خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور نبی و رسول کا مقصدِ بعثت یہی ہوتا ہے کہ مخلوق کا اپنے خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دے، علاوہ ازیں چوں کہ نبی و رسول کی نظر حقائق پر ہوتی ہے اور وہ نظر کیمیا اثر مجاز کے کسی پردے میں ہرگز الجھتی نہیں، اس لیے وہ ہر اہم مرحلے پر مخلوق خدا کو اپنے خالق کی یاد دلانے کا انتظام کرتے ہیں، خصوصاً جن مواقع پر مخلوق کا اپنی عارضی طاقت و قدرت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، نبی و رسول ان خطرناک مواقع پر ضرور ذکر اللہ یعنی خالق کی یاد کا اہتمام کرواتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظر مجاز کے پردوں میں الجھنے کی بجائے حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت میں اس کا اہتمام مسنون دعاؤں کے پیار بھرے انداز میں کیا گیا ہے، چناں چہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سواری پر سوار ہوتے وقت مخصوص دعا بھی تعلیم فرمائی تاکہ انسان کو یاد رہے کہ سواری کا اس کے قابو میں آ جانا خالص احسان خداوندی ہے، جس کا شکر بجا لانا لازم ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سواری پر سوار ہوتے وقت کے لئے یہ دعا سکھلائی:

سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

"پاک ہے وہ ذات جس نے سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا، حالاں کہ ہم اسے قابو نہیں کر سکتے تھے اور ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (سورہ زخرف (سنن ابی داؤد)

سواری پر سوار ہونے کے ساتھ آغاز سفر کے موقع پر یہ دعا پڑھنا بھی کتب احادیث میں آیا ہے۔ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الأَهْلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالأَهْلِ۔

سواری کی دیکھ بھال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے آپ کی بعثت صرف انسانیت کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کے لیے باعث رحمت تھی۔ عموماً سفر میں لوگ اپنی راحت و تکلیف کا تو بہت خیال کیا کرتے ہیں لیکن سواری کا خیال رکھنے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام سے یہ گوشہ بھی تہی داماں نہ رہ سکا اور آپ نے سواری کی ہر ممکن راحت دہی کی تعلیم دی، چناں چہ فرمایا کہ اگر سفر بنجر و ویران راستے پر ہو، جہاں سبزہ، چارا وغیرہ نہ ملتا ہو تو سواری کو تیز چلاؤ تاکہ جلد اپنی منزل پر پہنچ کر اسے راحت میسر ہو سکے اور اگر سفر سرسبز راستے پر ہو جہاں سواری کو چارا پانی وغیرہ میسر ہو تو اسے زیادہ تیز مت

دوڑاؤ کہ ضرورت سے زیادہ مشقت کا بوجھ اس پر نہ پڑے۔(مسلم)

آج کل مشینی سواریاں میسر ہیں، یعنی ایک سے بڑھ کر ایک گاڑی، لیکن بعض لوگ اس معاملے میں بھی غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی کا خیال نہیں کرتے جس سے ایک تو ناقدری کا پہلو ابھرتا ہے دوسرا گاڑیوں کی عمر بھی کم ہوتی ہے اور تیسرے وہ جلد ہی آرام دہ سفر کے قابل بھی نہیں رہتیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا اپنی سواری کو منبر مت بناؤ کہ اس پر سوار ہو کر کھڑے آپس میں گپ شپ کرتے رہو بلکہ اگر گفتگو کی ضرورت ہو تو سواری سے اتر کر آرام سے بات کرلو اور بات چیت مکمل ہونے کے بعد سوار ہو کر چل دو۔(ابوداؤد)

یہ بھی بہت اہم پہلو ہے لوگ بیچ سڑک کے رک کر دوسروں سے گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ اس کا بہت خیال کرنا چاہیے، راہ چلنے والوں اور گزرنے والی دوسری گاڑیوں کے لیے راستہ تنگ ہوتا ہے۔

ہم راہیوں کا خیال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہونے کے باوجود کبھی بھی ساتھیوں میں ممتاز اور نمایاں ہو کر رہنے کی کوشش نہیں کرتے تھے اور سفر میں تو خاص طور پر یہ شان تواضع بھرپور طور پر واضح ہو جاتی تھی۔(بیہقی-دلائل النبوۃ جلد 1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر کے کاموں میں ہمراہیوں کے ساتھ برابر کے شریک کار رہتے تھے اور کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

ترتیب سفر کے آداب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی ترتیب بھی سکھلائی اور عام طور پر تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا۔ ”تنہا سفر کے بارے میں جو میں جانتا ہوں، لوگ جان لیں تو کوئی رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔“(مسند احمد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ترتیب و تنظیم کی خاطر یہ بھی بہت اہمیت سے سکھلایا کہ سفر کے ساتھیوں میں سے ایک کو امیر مقرر کر دیا جائے اور پھر اہل قافلہ کو اس کی بات ماننے اور اسے اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنے کی تعلیم دی۔: ”جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر بنا لو۔“(ابوداؤد)

اسی طرح قافلے کی صورت میں سفر کرتے ہوئے چند ساتھیوں کو بطور ہراول قافلے سے آگے راستے کی دیکھ بھال کے لیے بھیج دینے کا بھی معمول تھا۔ (الاصابۃ جلد 3) جب کہ قافلے کے عقب میں بھی چند ایک ساتھیوں کو رکھنے کا معمول تھا، جن کے ذمے یہ ہوتا تھا کہ قافلے کی گری پڑی چیزوں کو اٹھا لائیں یا کوئی ہمراہی اگر بچھڑ کر پیچھے رہ گیا ہو تو اس کی خبر گیری کریں۔

واپسی کے آداب

سفر پر روانگی کی طرح آپ علیہ السلام کی سفر سے واپسی بھی بہت منظّم اور باوقار ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بڑی اہمیت سے تعلیم دی کہ سفر سے واپسی پر گھر والوں کو پہلے سے اطلاع دے دی جائے۔(مشکوٰۃ صحیح بخاری)

جیسے آپ علیہ السلام کی روانگی اللہ کو یاد کرتے ہوئے، اس کا نام لیتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے ہوا کرتی تھی اسی طرح واپسی بھی اسی کے پاک نام کا ورد کرتے اور دعا کرتے ہوئے ہوتی تھی۔ اس موقع پر عام طور پر آپ علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ ہوتے تھے: آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ”ہم واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔“(ترمذی)

یہ بھی معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد تشریف لے جا کر دو رکعت نفل پڑھ کر پھر گھر تشریف لاتے تھے جس میں دیگر روحانی و مادی فوائد و برکات کے علاوہ یہ حکمت بھی ملحوظ خاطر ہوتی تھی کہ گھر والوں کو پہلے سے قافلے کی شہر واپسی کی اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر سے واپس آیا تو آپ نے فرمایا ”پہلے مسجد جا کر دو رکعت نفل پڑھو۔“(صحیح بخاری)

آپ ﷺ کے مختلف سفر

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر کو زمانے کے اعتبار سے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

- قبل از اعلان نبوت
- بعد از اعلان نبوت

سفر قبل از اعلان نبوت: اعلان نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تجارت کی غرض سے ہوتے تھے۔ تاہم چند دیگر اسفار کا ذکر بھی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔

سب سے پہلا سفر: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پہلا سفر بچپن میں مدینہ طیبہ کا ملتا ہے، جس سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ انتقال کر گئیں اور ان کی خادمہ حضرت ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائیں۔(سیرت ابن ہشام) کم عمری میں ہی آپ صلی علیہ وسلم کا ایک اور سفر اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلے میں شام کی طرف ہوا، جس میں بحیرا راہب سے ملاقات اور اس کے کہنے پر وہیں سے واپسی کا مشہور واقعہ پیش آیا تھا۔(سیرت ابن ہشام)

پہلا باقاعدہ سفر: آپ ﷺ کا پہلا باقاعدہ سفر تجارتی سفر تھا۔ اس سفر میں آپ ﷺ حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے گئے۔ جس میں ان کے غلام حضرت میسرہ بھی ساتھ تھے۔ جو دوران سفر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و کردار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ واپسی پر ان کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سفر سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام نکاح بھجوایا۔ (سیرت ابن ہشام)

(جاری ہے)

بقیہ حضرت رحمت بنت افرائیم زوجہ ایوب

سارا بدن کھال اور بال یکایک اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا ایک لباس بھیج دیا وہ زیب تن فرمایا اور اس کوڑے کچرے سے الگ ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے، زوجہ محترمہ حسبِ عادت ان کی خبر گیری کے لیے آئیں تو ان کو اپنی جگہ پر نہ پا کر رونے لگیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام جو ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کو نہیں پہچانا کہ حالت بدل چکی تھی۔ انہی سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بیمار مبتلا جو یہاں پڑا رہتا تھا کہاں چلا گیا، کیا کتوں یا بھیڑیوں نے اسے کھا لیا اور کچھ دیر تک اس معاملے میں گفتگو کرتی رہیں۔ یہ سب سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کو بتلایا کہ میں ہی ایوب ہوں مگر زوجہ محترمہ نے اب تک بھی نہیں پہچانا۔ کہنے لگیں اللہ کے بندے کیا آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں تو حضرت ایوب نے پھر فرمایا کہ غور کرو میں وہی ایوب ہوں اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور میرا بدن از سر نو درست فرما دیا۔

حضرت ایوب نے جو قسم کھائی تھی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی، اب اس قسم کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا اور قسم کا اصلی تقاضا یہی تھا کہ آپ واقعی زوجہ محترمہ کو سو کوڑے مارتے لیکن ایک تو آپ کی زوجہ مطہرہ بے گناہ تھیں اور دوسرے انہوں نے اپنے شوہر کی بے مثال خدمت کی تھی اور خدمت و شکر گزاری میں انتہا کر دی تھی اس لیے آپ کو اللہ نے خود ایک حیلے کی تلقین فرمائی اور یہ تصریح فرمائی کہ اس سے آپ کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ وہ حیلہ یہ تھا کہ ایک گٹھر جس میں سو پتلی پتلی لکڑیاں ہوں وہ ایک ہی دفعہ آپ کو ہلکے سے مار دیں۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شیمم احمد

ہلدی
غذائی اور دوائی فائدے

تعارف

ہلدی کو عربی میں عروق الصفر اور فارسی میں زرد چوب اور انگریزی میں Turmeric کہتے ہیں۔ اس کا نباتاتی نام Curcumalonga ہے۔ مزاج گرم وخشک درجہ سوئم۔

ہلدی کے کئی معالجاتی استعمال بھی ہیں

1. ہلدی کھائے جانے والی ادویات، لیپوں، چٹنیوں اور عرق میں استعمال کی جاتی ہے۔
2. ہلدی کا دھواں وغیرہ لیا جاتا ہے۔
3. ہلدی سے اجابت بندھ کر آتی، پیٹ سے گیس خارج ہوتی اور پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔
4. ہلدی بھوک بڑھانے والی ہے۔
5. ہلدی مزاجاً گرم ہونے کی وجہ سے کف اور ریاح کو ختم کرتی ہے۔
6. ہلدی کوڑھ کے مرض میں مفید ہوتی ہے۔
7. ہلدی کے استعمال سے بلغم دور ہو جاتا ہے اور کھانسی میں آرام آتا ہے۔
8. ہلدی کے دھوئیں سے ہچکیاں آنا بند ہو جاتی ہیں۔
9. ہلدی خون صاف کرتی ہے اور بہتے ہوئے خون کو روک دیتی ہے۔
10. ہلدی کے کھانے یا پینے سے بدن کا درد دور ہو جاتا ہے۔
11. ہلدی رحم کی صفائی کرتی ہے اور کسیلی ہونے کی وجہ سے خواتین میں دودھ کی خرابی دور کرتی ہے۔
12. ہلدی ذیابطیس میں خاص طور پر مفید ہے۔
13. ہلدی استعمال کرنے سے زہر کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور اس سے بخار ٹوٹ جاتا ہے۔
14. ہلدی کسیلی ہوتی ہے، اس سے پت ختم ہو جاتی ہے۔

ہلدی کے دیگر مختلف استعمال

گر کر چوٹ لگ جانا: ہلدی محلل اورام، مسکن اور مصفی خون ہے۔ ضرب وسقطہ (یعنی گرنے یا چوٹ لگنے) میں بریاں کرکے اس کا سفوف دودھ کے ہمراہ کھلاتے ہیں۔

مرض رمد (آشوب چشم): اس مرض میں ململ کا پرانا مگر دھلا ہوا کپڑا ہلدی کے جوشاندے (ہلدی ایک حصہ پانی 20 حصے) میں تر کرکے آنکھوں میں پھیرتے ہیں۔

بند نزلہ وزکام: بند نزلہ وزکام کو جاری کرنے کے لیے ہلدی کا سفوف دہکتے ہوئے کوئلوں پر ڈال کر دھونی دیتے ہیں۔ یہ دھونی اختناق الرحم کے دورے کو بھی رفع کر دیتی ہے۔
یہ دھونی رات کو سوتے وقت دیں۔

ناخونہ: (اس میں آنکھ کے گوشے میں مثلث شکل کا سرخ لحمی پردہ پیدا ہو جاتا ہے، جس کی جڑ ناک کی طرف اور نوک پُتلی کی طرف ہوتی ہے)
ہلدی کو آگ پر بھلبھلا کر اس کے ہم وزن پھٹکری بریاں ملا کر سفوف کرکے بطور سرمہ سلائی کی مدد سے آنکھ میں لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

پیشاب میں انفیکشن کی وجہ سے اگر پیپ آنے لگے تو مندرجہ ذیل نسخہ انتہائی مجرب ہے

ھوالشافی: ہلدی 50 گرام گل مدار 50 گرام باریک سفوف کرکے 500 ملی گرام کے کیپسول میں بھر لیں۔ دو دو کیپسول صبح وشام ہمراہ نیم گرم دودھ دیں۔ Pus cells کے لیے اس سے بہتر نتائج کسی دوسرے نسخے سے نہیں ملے۔ یہ انگریزی ادویہ سے بھی بہتر نتائج دیتا ہے۔

احتیاط: بعض مریضوں کو ہلدی کے استعمال سے گھبراہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں سیب یا اس کا مربہ یا اس کا ملک شیک استعمال کروائیں۔

معدے میں تیزابیت کی زیادتی کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ انتہائی مفید ہے

ھوالشافی: ہلدی 50 گرام ملٹھی 50 گرام سونف 50 گرام

تین اشیا کو باریک پیس کر سفوف تیار کر لیں۔ دو گرام کی مقدار میں صبح دوپہر شام بعد از غذا ہمراہِ آبِ تازہ استعمال کریں۔ تیزابیت معدہ کے ساتھ ساتھ السر کے لیے بھی یہ سفوف بے حد نافع ہے۔

دمے کا مرض: اُبلے ہوئے دودھ میں ایک چمچ ہلدی کا سفوف ڈال کر گرم گرم پینے سے دمے کا مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔

جلد کی جلن: جلی ہوئی جلد پر ایک چمچ گھیکوار کا رس اور ایک چمچ ہلدی مکس کرکے لگانے سے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں۔
دانتوں کے امراض: ایک چمچ ہلدی اور آدھی چمچ نمک کو سرسوں کے تیل میں مکس کرکے پیسٹ بنالیں اور دن میں دو بار مسوڑھوں اور دانتوں پر ملیں یا پسی ہوئی ہلدی اور پسی ہوئی پھٹکری ہم وزن لے کر اس میں ذرا سا پانی ملا کر اس کی گولیاں بنا لیجیے، اس گولی کو دُکھتے دانت یا داڑھ میں رکھ کر دبانے سے درد دور ہو جاتا ہے۔
دانتوں کی مضبوطی: ہلدی نمک اور سرسوں کا تیل اور ذرا سی پسی ہوئی پھٹکری ملا کر اس کو روز صبح منجن کرنے سے دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور ہلنے بند ہو جاتے ہیں۔

سیلانِ خون کی روک تھام

ہلدی کا سفوف استعمال کرنے سے مرض جلد ہی میں افاقہ ہوتا ہے۔ ہلدی میں سیلان خون کو روکنے اور جمانے کی خوبی ہوتی ہے، للٰہذا اس کے استعمال سے خونی بواسیر میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ نسخہ: اس مقصد کے لیے 3-3 گرام ہلدی کا سفوف دو ہفتہ تک صبح و شام تازہ پانی کے ساتھ لیا جائے اور گرم و ثقیل اشیا سے پرہیز کیا جائے اور قبض نہ رہنے دیا جائے۔ اس کا پاؤڈر بواسیر کے مسّوں پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔

ہلدی کے استعمال سے زکام و کھانسی ختم

نسخہ: Sinusitis میں ایک چمچ ہلدی کا سفوف 250 ملی لیٹر گرم پانی میں ابال کر دس منٹ تک غرارے کیجیے۔ گنگنے پانی کو ناک سے کھینچ کر شروع میں ناک سے چھینکنے کے بعد میں اسے ناک سے کھینچ کر گلے میں لا کر منہ کے ذریعے باہر نکال دیجیے، ایسا کرنے سے پرانا زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔
نسخہ: ہلدی کے پاؤڈر کے برابر شہد ملا کر گولیاں بنا لیجیے ان گولیوں کو چوسنے سے خشک کھانسی میں بہت آرام آتا ہے۔ کالی کھانسی عموماً بچوں کو نڈھال کر دیتی ہے۔ ہلدی بھون کر نصف گرام کی مقدار میں شہد میں ملا کر بچوں کو دن میں تین چار بار چٹانے سے کھانسی کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔
پسلیوں کا درد: پسی ہوئی ہلدی کو پانی میں گھول کر گاڑھا لیپ پسلیوں کے درد کے لیے مفید ہے۔

ہلدی کا اُبٹن اور عورتوں کا حسن و جمال

زمانۂ قدیم میں عورتیں اپنے حسن و جمال میں اضافہ کرنے کے لیے ہلدی سے اُبٹن بناتی تھیں اور چہرے پر بطور پاؤڈر استعمال کرتی تھیں۔ ہلدی اور گیہوں کا آٹا برابر وزن گائے کے تازہ دودھ میں ملا کر بطور اُبٹن چہرے پر لگانے سے داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور چہرہ نکھر جاتا ہے۔ ہلدی اور بیسن کا پیسٹ بھی چہرے پر لگانے سے رنگت سفید ہو جاتی ہے۔

ہلدی کی اقسام

ہلدی روزانہ استعمال میں آنے والی اور عام طور پر کھانے میں مسالے کی شکل میں استعمال کی جانے والی ایک مشہور چیز ہے۔ اس کی چار اقسام ہوتی ہیں۔

1. عام ہلدی
2. آنبہ ہلدی
3. بن ہلدی
4. دار ہلدی

عام ہلدی: سوکھی، خوشبودار تحریک آمیز ہوتی ہے۔ عموماً ہلدی کو پیس کر اسے ہر روز مسالے کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ہر قسم کے سالن کو خوش رنگ اور خوش ذائقہ بنا دیتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بیشتر پکوانوں میں اس کو شامل کیا جاتا ہے اور یہ زعفران کا متبادل ہے۔ ہلدی کا استعمال چٹنی، اچار، سوپ، پاستا، چاول اور مرغ کے پکوان میں عام کیا جاتا ہے۔ خوشبو والی ہوتی ہیں۔
آنبہ ہلدی: نباتاتی نام Curcuma amada ہے۔ اس میں سے کچے آم کی مہک آتی ہے، اس لیے اسے آنبہ ہلدی کہا جاتا ہے۔ اس کی گانٹھیں بڑی بڑی اور کچھ زرد رنگ کی آم کی خوشبو والی ہوتی ہیں۔
آنبہ ہلدی ٹھنڈی، میٹھی پت کو مٹانے والی، پیٹ سے گیس خارج کرنے والی، کھانے کو ہضم کرنے والی، بھوک بڑھانے والی اور اجابت کو باندھ کرلانے والی ہوتی ہے۔
آنبہ ہلدی کا استعمال: خوشبودار ہونے کی وجہ سے چٹنی بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مٹھائیوں وغیرہ میں آم کی خوشبو لانے کی وجہ سے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ مرض شیاٹیکا (اس میں کولہے سے ایڑھی تک درد ہوتا ہے) اس کے لیے دس دس گرام پسی ہوئی آنبہ ہلدی اور مصری لے کر 250 ملی لیٹر دودھ اور اتنا ہی پانی ملا کر اس میں اُبالیے جب پانی جل جائے تو قابل برداشت گرم دودھ مریض کو پلا کر اسے چادر اُڑھا کر سلا دیجیے، پسینہ آنے پر اندر ہی اندر پونچھتے رہیں اور ہوا نہ لگنے دیں ایسا دن میں تین مرتبہ کرنے اور مریض کو کچھ کھانے کو دینے سے جلدی افاقہ ہو جاتا ہے۔
آنبہ ہلدی کا سفوف ایک ایک گرام دن میں دو تین مرتبہ شہد کے ساتھ لینے سے ہچکیاں آنا بند ہو جاتی ہیں۔
بن ہلدی: سیاہی مائل زرد رنگ اور بیضوی شکل کی ہوتی ہے۔ اس کا اندرونی حصہ گاڑھے نارنجی رنگ جیسا ہوتا ہے۔ اس میں عام ہلدی جیسی تیز اور کافور کی طرح بو آتی ہے۔ اسے رنگائی کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے۔
دار ہلدی: دار ہلدی کو Berberis aristata کہتے ہیں۔ اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ یہ ملیریا بخار، حاملہ کی قے، پتھری توڑنے میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ مثانے کی سوزش (Cystitis) میں دو دو گرام ہلدی کا پاؤڈر صبح دوپہر اور شام آنولے کے رس اور شہد کے ساتھ لینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

مشہور معالج حکیم محمد عباسی صاحب آنبہ ہلدی اور چھوٹی الائچی مع چھلکا سفوف تیار کرکے مسوڑھوں کے امراض خاص کر ماسخورہ میں بطور منجن لگانے کا مشورہ دیتے تھے۔

NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
Bride's bijou
A curated line of elegant gold jewellery
021 35835455, 35835488
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi
newzaibyjewellers

لَاَزِیْدَنَّکُمْ

ثانیہ ساجد عیسانی

دیوار پہ ٹنگی ٹوٹے ہوئے شیشے والی گھڑیال نے سات بجائے تو ساتھ ہی دروازے کی گھنٹی بھی چیخ اٹھی۔ گھنٹی کی آواز کی گونج نے تو جیسے زامین کے گھر میں ہل چل سی مچا کر رکھ دی۔ کچن کے تمام کام چھوڑ چھاڑ وہ منہ دھونے کے لیے غسل خانے کی طرف بھاگی۔ بھاگتے بھاگتے بچوں کو للکارتی رہی:

"کون کھولے گا اپنے بابا کے لیے دروازہ!!!!!"

تینوں بچے جو ویسے ہی گھنٹی کی آواز پر ناچنا شروع کر چکے تھے، دوڑ لگاتے ہوئے بھاگے، ہمیشہ کی طرح چھوٹا مصطفیٰ ہی جیتا اور بے چارہ عالیان خود کو مصطفیٰ کی دھکم پیل سے بچاتے بچاتے کسی کنارے سے لگ بیٹھا۔ اندر داخل ہوتے ہی راشد نے تمام گھر والوں کو سلام کیا اور سب سے پہلے ننھی پانچ سالہ آمنہ کو گود میں اُٹھالیا۔ وہ تھی ہی اپنے باپ کی آنکھوں کا تارا۔

"آگئے آپ!" زامین بھی غسل خانے سے نکل آئی تھی اور جلدی جلدی بال بنا رہی تھی۔ "نہیں، اب ابھی راستے میں ہوں" راشد نے مذاقاً جواب دیا۔

"آپ منہ ہاتھ دھولیں تو میں کھانا لگادوں" زامین نے راشد کے جواب کو نظر انداز کیا۔ دستر خوان سجایا جا چکا تھا۔ تینوں بچے بھی پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے!!" راشد نے دستر خوان پر بیٹھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔

"پہلے کھانا تو کھالیں پھر شکر ادا کرنا" زامین نے ٹوکا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کھانے کو رزق پہنچایا" راشد نے مختصراً جواب دیا۔

"تین دن سے لگاتار چنے کی دال، مسور اور مکس دال کھا کر بھی کوئی شکر کر سکتا ہے" زامین بمشکل اپنی کھسیانی ہنسی روک پائی۔ اس بات کا راشد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"لوگ تو پتا نہیں کیسے کیسے پکوان آن لائن منگواتے رہتے ہیں اور ایک ہم ہیں جو دالوں سے آگے ہی نہیں بڑھتے۔ موبائل پر جن پکوانوں کی ترکیبیں ملتی ہیں گھر پر پکانا تو دور کی بات، میری تو زبان پر ان کے نام بھی نہیں چڑھتے۔ بس چکن ہی ایک ایسا لفظ ہے جو دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ دنیا کہاں کی کہاں نکل گئی اور ہم ابھی تک آلو کی بھجیا نکال نکال کر کھا رہے ہیں جو کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔"

زامین کی تقریر ختم ہوئی تو راشد ہاتھ دھونے کے لیے کھڑا ہو چکا تھا۔ راشد کے کہنے پر زامین اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کسی حد تک اپنا حلیہ درست کر لیتی تھی لیکن آٹھ سالہ شادی شدہ زندگی میں بہت سمجھانے کے باوجود بھی وہ اپنی بیوی کی ناشکری کی عادت کو تبدیل نہ کر سکا بلکہ رتی برابر بھی فرق نہ لا سکا۔

"پہلے زمانے میں جب شوہر اپنی بیویوں کو کسی چیز سے منع کرتے تھے تو ان عورتوں کو اس سے بہت فرق پڑتا تھا اور اب تو اثر بھی نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟؟؟" راشد کے اس جملے پر زامین کی بھنویں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ "تم نہیں سمجھو گی۔" اتنا کہہ کر وہ بچوں کے پاس چلا گیا جو اپنے اپنے بستروں پر اپنے بابا کی کہانی کا انتظار کر رہے تھے۔

رات کے برتن دھو کر جب زامین کمرے میں گئی تو راشد کو مطالعہ کرتے ہوئے پایا۔

"سارا دن ان کتابوں کو گھورتے رہتے ہو، نہ جانے ایسی کیا دل کشی چھپی بیٹھی ہے، ان سیاہ اور سفید کاغذوں میں جو آپ کو برابر میں موجود بیوی نظر نہیں آتی۔"

زامین کے اس جملے پر راشد مسکرا دیا۔ "بس یہ آخری مضمون مکمل کر لوں، پھر سنتا ہوں تمہاری بھی۔"

"دنیا کے شوہر تو بیویوں کے آنکھ کے اشارے پر حاضر ہو جاتے ہیں اور ایک ہماری ناقدری دیکھو کہ پہلے کتاب پھر آپ۔" راشد نے دونوں ہاتھ سے کتاب بند کی اور کہا: "فرمائیے۔"

"پھوپھو کے بیٹے کی شادی ہے اگلے مہینے۔ ہم سب کو نئے کپڑے سلوانے کی ضرورت ہے۔"

"سن لیا۔" راشد نے ایک لمبی سانس لی۔ "صرف سننے سے کپڑے پیدا ہونے نہیں لگ جاتے۔ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں۔"

"تو کیا یہاں کھڑا ہو کر اچھلنا شروع کر دوں؟؟" راشد آگ بگولا ہو گیا۔ "نہیں!! مجھے پیسے دو۔"

"ابھی نہیں ہیں میرے پاس۔" راشد نے خود کو ضبط کرتے ہوئے انگلیاں بھینچیں۔ اور خود کلامی کرنے لگا: زامین میری مالی مشکلات سے اچھی طرح باخبر ہے، پھر بھی ہر دوسرے دن پیسے مانگنے لگ جاتی ہے۔

"جانتی تھی میں کہ ہمیشہ کی طرح یہی جواب ملے گا۔" زامین پھر شروع ہو گئی۔ "صرف اتنا نہیں راشن ڈلوائے ہوئے بھی ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ عالیان اور مصطفیٰ کے بالوں میں دو دو چوٹیاں بن جاتی ہیں اب۔ غسل خانے کے دروازے کی چوکھٹ کو ٹوٹے ہوئے تین ہفتے ہو گئے ہیں۔ وہ کیا جادو سے بنتی ہے؟؟!!"

الماری کے تمام تر تالے مع دراز مصطفیٰ کی مہربانی سے ٹوٹ چکے ہیں۔ کب صحیح ہو گا یہ سب؟؟!! گوشت دیکھے آنکھیں ترس گئی ہیں۔ روز روز یہ آلو اور دال میرے حلق سے نہیں اترتی۔

"زامین شکر کرو، ہمیں کھانے کو تو ملتا ہے۔" راشد نے دخل اندازی کی ورنہ زامین کا ریڈیو کبھی اسٹاپ نہیں ہوتا۔

"شکر شکر شکر!!! میں اس بات کا شکر ادا کروں کہ ہمارے پاس بل بھرنے کے پیسوں کے علاوہ کچھ نہیں بچا؟؟!! یا اس بات کا شکر ادا کروں کہ میری خواب دیکھنے اور اپنے شوق پورے کرنے کی اوقات نہیں ہے؟؟ یا پھر۔۔۔۔۔"

راشد تکیے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"تم سو رہے ہو؟" زامین کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ تمہیں نیند کیسے آجاتی ہے۔ اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ وہ بس یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کوئی اتنی مشکلات کے بعد سو کیسے سکتا ہے۔ وہ رات بھر جاگتی رہی اور سوچتی رہی کہ یہ سارے کام کیسے تکمیل پائیں گے۔

اگلی صبح راشد معمول کے مطابق ناشتا کرکے دفتر چلا گیا۔ زامین آدھے سر کے درد کے مارے تڑپ رہی تھی۔ رات بھر مسلسل سوچتے رہنے کی وجہ سے اسے اکثر سر درد کی سزا بھگتنا پڑتی تھی۔ "دنیا کی عورتوں کے پاس ہر ہر کام کی الگ الگ ماسیاں ہوتی ہیں اور مجھے تو سب کچھ خود ہی کرنا پڑتا ہے۔" سر پر دوپٹا باندھے زامین کپڑے استری کر رہی تھی۔

"امی امی!" ننھی آمنہ دوڑی دوڑی ماں سے چمٹ گئی۔ "کیا ہوا!!!؟؟" زامین نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

"میرے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت سے جوڑا بھیجا ہے۔" آمنہ کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ وہ ہاتھ میں ایک خوب صورت سا دوپٹا لیے اچھلے جا رہی تھی۔ زامین نے اس کے ہاتھ سے دوپٹا لیا۔ "کیا کہا آپ نے؟"

"اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جنت سے جوڑا بھیجا ہے۔" آمنہ نے دہرایا۔ زامین نے دوپٹے کو غور سے چاروں طرف سے دیکھا۔ رنگ برنگا 3D پرنٹ والا یہ نیلا رنگ جو آبشار کی منظر کشی کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ ہی کئی رنگوں کے انتہائی خوب صورت پھول۔ بہت ہی خوب صوت اور زبردست دوپٹا تھا۔ زامین سمجھ گئی کہ یہ اوپر کے کسی فلیٹ سے اڑ کر ان کے گھر آگرا ہوگا۔ "یہ آپ کو بالکونی سے ملا کیا؟"

"جی امی! میرے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا ہے۔"

"یہ آپ سے کس نے کہا؟" زامین نے پوچھا۔ "بابا نے رات کو بتایا تھا۔" آمنہ نے کہا۔ "کیا؟؟"

"لَاَزِيْدَنَّكُمْ" آمنہ نے بڑی آسانی سے پڑھ دیا۔ "کیا مطلب۔" زامین نے پوچھا۔

"بابا نے کہا تھا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔" آمنہ نے بتانا شروع کیا۔ "کل پوری رات میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے مجھے پہننے کے لیے کپڑے دیے ہیں، کھیلنے کے لیے بھائی دیے ہیں، پیار کرنے کے لیے بابا دیے ہیں اور کھانا بنانے کے لیے امی دی ہیں اور دیکھیں انہوں نے تو میرے لیے جنت سے جوڑا فوراً ہی بھیج دیا۔"

آمنہ کی باتوں نے زامین کو دنگ کر دیا۔ ایک پانچ سالہ بچی کا اللہ پر اور اس کے فرمان پر اتنا کامل یقین اسے اپنے آپ سے شرمندہ کر رہا تھا۔ اس کے اندر کا ایک حصہ آمنہ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ یہ دوپٹا اوپر والے فلیٹ سے آگرا ہوگا لیکن اس بچی کے چہرے کی بشاشت اور معصومیت اسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ "امی آپ یہ جوڑا میرے لیے سی دیں گی نا؟"

"جی اچھا" زامین نے نہ چاہتے ہوئے بھی جواب دیا۔ "دوپٹا بھی بنانا میرے لیے۔" آمنہ نے یاد دلایا۔ "اب میں بڑی ہو رہی ہوں ناں اللہ تعالیٰ سے شکر کے عمل کے ذریعے ہونے والے نے آمنہ کو یک دم ہی بڑا کر دیا تھا۔

دوپہر میں آمنہ کو سلانے کے بعد جب ز

زامین وہ دوپٹہ واپس کرنے اوپر گئی تو ان سب نے دوپٹے کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ منہ کی کھا کر گھر واپس لوٹی۔ وہ اپنے آپ سے نظر نہیں ملا پا رہی تھی۔ ایک پانچ سال کی بچی نے اس کے اندر کے مسلمان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کے دماغ میں راشد کی باتیں گھومنے لگیں۔

"تمہاری ناشکری ہم سب کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ اپنے ارد گرد موجود اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرو۔ تمہارے ان الفاظ کی وجہ سے اللہ کی طرف سے آنے والی برکتیں اور رحمتیں ہم تک پہنچنے سے پہلے ہی منہ پھیر لیتی ہیں۔"

"اللہ نے ہمیں بہت سوں سے بہت بہتر رکھا ہے۔" زامین کا سر پھٹ رہا تھا۔ اس نے طاقت سے اپنی آنکھیں بند کیں اور پتا نہیں کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

عالیان اور مصطفیٰ کی چیختی جذباتی ہنسی کی آواز نے زامین کو جگا دیا۔ اس کو پلنگ پر بیٹھا دیکھ کر عالیان اس کی طرف لپکا۔

"امی یہ دیکھیں میری گاڑی!!"

"ارے! یہ تو کل ٹوٹ گئی تھی نا!" زامین نے پوچھا۔

"جی امی! یہ بالکل ٹوٹ گئی تھی۔" عالیان نے مثبت میں سر ہلایا۔ "میں نے رات کو بابا سے شکایت کی تھی۔ انہوں نے سمجھایا کہ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ گاڑی ٹوٹ گئی تو کیا ہوا میرے پاس بہن بھائی تو ہیں ناں کھیلنے کے لیے لیکن صبح کو مصطفیٰ نے خود ہی میری گاڑی جوڑ دی۔ آپ کو تو پتا ہے نا! کہ وہ ان کاموں میں ویسے بھی ذرا Extra ہوشیار ہے۔" عالیان کا منہ خوشی سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس کی بتیسی بس باہر نکلنے ہی والی تھی۔

"انجینئر مصطفیٰ یہ گاڑی آپ نے ٹھیک کی ہے؟" زامین نے تصدیق کرنے کے لیے پوچھا۔

"جی امی۔" مصطفیٰ نے جواب دیا۔

کبھی اتنا دماغ پڑھائی میں بھی چلا لیا کرو۔ زامین یہ کہنے ہی والی تھی کہ چپ ہو گئی اور بولی "الحمد للہ"

"الحمد للہ، الحمد للہ" تینوں بچوں نے اپنی ماں کے پیچھے دہرایا۔

رات کو جب راشد گھر آیا تو زامین نے بھی دستر خوان پر کھانا شروع کرنے سے پہلے اس کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا۔ کھانے کے بعد جب کچن سمیٹ کر زامین کمرے میں گئی راشد خلافِ معمول پہلے سے ہی سویا ہوا تھا۔ اب اسے سمجھ آگیا تھا کہ راشد کو تمام تر مشکلات کے باوجود چین کی نیند کیسے آجاتی تھی۔ وہ ہر قدم پر شکر ادا کرتا رہتا تھا اور سکون کی دولت سے مالا مال ہوتا جاتا تھا۔

زامین نے وضو کیا دو رکعت نفل شکرانہ پڑھے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ نے اس کی فیملی کو بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ روزانہ رزق عطا کرتا ہے اور انسانوں کی محتاجی سے محفوظ رکھا ہے۔ آج اس کے بچوں نے اسے لَاَزِيْدَنَّكُمْ کی طاقت کا اندازہ دلا دیا تھا۔

یہ ننھے دماغ اپنے پروردگار کی بڑی بڑی باتوں کو کتنی آسانی سے سمجھ جاتے ہیں۔ بات بس یقین کی ہے۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔" فاطمہ نے حریم کو مسواک کرتے ہوئے دیکھ کر ٹیڑھا میڑھا منہ بنا کر پوچھا۔ "مسواک کر رہی ہوں، تم کرو گی؟" حریم نے مسکراتے ہوئے آرام سے جواب دیا۔

"تم ہی کرو یہ پاگلوں والے کام! بھئی ہم نئے زمانے کے لوگ ہیں تو اِس زمانے میں موجود چیزوں کو ہی استعمال کریں گے نا۔"

"بالکل ٹھیک کہا، لیکن کیا تمھیں مسواک کے فائدے پتا ہیں؟"

"ہاہاہا! نہیں پتا۔ اور بھلا اس لکڑی کے کیا فائدے ہو سکتے ہیں آخر" فاطمہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"فائدے ہیں اور بہت ہیں۔ تم آزما کر دیکھ سکتی ہو، لیکن ویسے ہی رائے قائم کر لینا ٹھیک نہیں" "اب میں فائدے بتاتی ہوں، تم نوٹ کرنا۔"

- منہ کی صفائی کرتی ہے۔ ● ہاضمہ درست رکھتی ہے۔
- نگاہ تیز کرتی ہے۔ ● آواز صاف کرتی ہے۔
- بلغم کا خاتمہ کرتی ہے۔
- معدے کا نظام درست کرتی ہے۔
- پیٹھ مضبوط ہوتی ہے۔
- بڑھاپا دیر میں آتا ہے۔
- سر کی رگوں کو سکون ملتا ہے۔
- دردِ سر دور کرتی ہے۔
- کھانا ہضم کرتی ہے۔

حریم نے فاطمہ کی پھٹی پھٹی آنکھوں کو دیکھ تو لیا تھا، لیکن چہرے سے کوئی تاثر ظاہر کیے بغیر کہا:

"تو پیاری یہ تو تھے دنیاوی فائدے جنہیں طب اور سائنس انسانی جسم اور صحت کے لیے ضروری سمجھتی ہے لیکن مسواک کے فائدے یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ اس کے اور بھی بے شمار فائدے ہیں" مثلاً:

- اللہ کی رضا و ایمان پر خاتمے کا سبب ہے۔ ● نیکیوں میں اضافی کرتی ہے۔
- تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار میں تازگی پیدا کرتی ہے۔ ● فرشتوں کو خوش رکھتی ہے۔
- حیا نصیب ہوتی ہے۔ ● مسواک والی نماز پر ستر نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔
- اور سب سے بڑھ کر مسواک پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے "مسواک کرو" اتنی بار فرمایا کہ مجھے لگا کہیں فرض ہی نہ ہو جائے اس لیے کبھی کبھی چھوڑ بھی دی۔

حیرت سے فاطمہ کا منہ کھلا دیکھ کر حریم نے پوچھا: "اب بتاؤ اس دور کی برانڈڈ چیزوں کے مسواک سے زیادہ فائدے ہیں۔؟"

فاطمہ کی گردن بے اختیار نفی میں ہلی تو حریم کہنے لگی: "میری بہن یہ صرف پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کے فائدے ہیں تو سوچو کہ باقی سنتوں کے کتنے فوائد ہوں گے۔"

"ہاں ایک بات اور! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہو نا!"

"توبہ توبہ یہ کیسا سوال ہے بھلا! ظاہر ہے پیارے نبی سے تو دل و جان سے محبت ہے ان کے لیے تو تن من دھن سب قربان ہے۔"

"اچھا، تو کیا صرف زبانی زبانی محبت ہونی چاہیے یا اس پر عمل بھی ہونا چاہیے؟"

"بھئی! ہر طرح سے ہونی چاہیے یہ تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے آخر"

"ٹھیک۔ میری بہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہی تقاضا ہے کہ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا جائے اطاعت کی جائے۔ دیکھنا چاہیے میرے نبی جب بات فرمایا کرتے تو کیا انداز ہوتا، جب کھانا تناول فرماتے تو کون سی چیزیں مرغوب تھیں اور کس انداز سے تناول فرماتے، سوتے وقت کی کیا کیفیات ہوتیں، غرض کہ ہر ہر پہلو پر نظر ہو اور اسے احسن طریقے سے اپنایا جائے یہ ہے نبی ﷺ سے محبت اور کی اطاعت۔ یہ مسواک میرے نبی کی سنتوں میں سے ایک ہے بس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اطاعت و محبت اس کے اصل حق کے ساتھ ادا کرنے کی ادنی سی کوشش کر رہی ہوں اور جانتی ہو اللہ رب العزت فرماتے ہیں جس نے میرے نبی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔"

حریم کی باتوں سے فاطمہ کی آنکھ سے نمکین پانی چھلکنے لگا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ آج نبی سے محبت کا اصل حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے ہر پہلو پر غور کر کے ہر سنت پر عمل کرتے ہوئے ادا کرے گی۔ اس نے حریم سے پوچھا: "بھئی کوئی ایسی کتاب بتاؤ جسے پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ مبارکہ اور پسند ناپسند کا علم ہو"

"ضرور کیوں نہیں! ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب میں یہ سب باتیں جمع کر دی ہیں، کتاب کا نام ہے: اسوۂ رسول اکرم ﷺ۔"

"میں آج ہی یہ کتاب لیتی ہوں ان شاء اللہ!"

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

گل مینہ

ارباب گل

جوں جوں وصیت پڑھ کر سنائی جا رہی تھی، کمرے میں بیٹھے سبھی لوگوں کے چہرے رنگ بدلنے لگے تھے، صدیوں پرانے رسم و رواج کے قاتل وہ الفاظ جو وکیل کی زبان سے نکل کر سننے والوں کی سماعتوں کو زخمی کر رہے تھے کاغذ پر لکھے ان ہی چند لفظوں نے روایتوں کا وہ بت توڑ دیا تھا جو اس علاقے کا کوئی مرد توڑنا تو دور کی بات اس کے بارے میں ایسا سوچنا بھی گناہ سمجھتا تھا کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ ان ہی میں سے کوئی اٹھے گا اور ایسا کچھ کر جائے گا کہ ان رسموں اور رواجوں کے محافظ افسوس سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، صحبت خان دم بخود سا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ وہ کیسے اتنا غافل ہو گیا تھا؟ اس سے یہ کوتاہی کیوں کر ہو گئی؟ کہ باپ کے ارادے کی بھنک بھی اسے نہ پڑ سکی وہ دل ہی دل میں خود کو کوس رہا تھا، اس نے اپنے متغیر چہرے پر ہاتھ پھیر کر گالوں کی تپش اور احساس توہین کی سرخی کم کرنے کی ناکام کوشش کی اور دوبارہ وصیت سننے لگا، وکیل کے جاتے ہی سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے. "یہ امیر خان نے کیا کر دیا گل مینہ کے نام پورے ایک سو جریب لکھ گیا؟"

لہجے کی حیرانی گواہ تھی کہ یہ ان ہونی پہلی بار ہوئی ہے۔

"ہمارے خاندان میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا

امیر خان مرتے

مرتے ہمارے لیے مسائل پیدا کر گیا ہے" سفید ریش بزرگ نے افسوس کا اظہار کیا "گل مینہ بیٹی ہے... اسے بیٹے کی برابری دے کر امیر خان نے پالا پوسا ہم چپ رہے، اسکول سے کالج گئی تب بھی ہم خاموش رہے یونی ورسٹی کی بات آئی تو ہم نے احتجاج ضرور کیا.... کیوں کہ پردے دار بیبیاں مردوں کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر پڑھیں یہ ہماری برداشت پر وار تھا... سو ہم نے گناہ کی طرف جانے والے سارے راستوں پر احتجاج کی باڑھ لگا کر اسے گھر بٹھا دیا تھا اب یہ نئی رسم نیا رواج؟ یہ تو ہمارے سینوں پہ گھاؤ لگانا ہے یہ تو اکڑے ہوئے شملے جھکانے والا فیصلہ ہے امیر خان نے یہ بھی نہ سوچا کہ کل کو ہماری بیٹیاں اور داماد بھی ہمارے سامنے کھڑے ہو جائیں گے ہم اپنے شیر جوان بیٹوں کے لیے دشمن کیوں پیدا کریں؟ دامادوں کو بیٹوں کے ساتھ برابر کیسے کھڑا کریں؟ ہمارے باپ دادا کی روحیں قبروں میں تڑپ رہی ہوں گی اس فیصلے پر. "مرنے سے کچھ عرصہ پہلے مجھ سے ذکر کیا تو میرے منع کرنے پر قرآن اور حدیث کو بیچ میں لے آیا تھا ہم سب تو اللہ کا شکر ہے اچھے مسلمان ہیں... پانچ وقت نماز روزہ صدقہ خیرات سبھی کچھ کرتے ہیں کئی کئی بار حج کر چکے ہیں۔ لیکن زمین جایداد تو دینی معاملات نہیں دنیا کا معاملہ ہے، اس میں دین کو نہیں لانا چاہیے مجھے یعنی کہ اپنے بڑے بھائی کو کہنے لگا لالا! قرآن پاک کو رٹو طوطے کی طرح نہ پڑھو بلکہ سمجھ کر پڑھو گے تو سارے معاملات کی سمجھ بوجھ پیدا ہو جائے گی پھر یہ رسم و رواج دین کے خلاف لگیں گے... اب... اس کے بعد بندہ کیا کہہ سکتا ہے اس شخص سے؟ جو خود تو مر گیا لیکن ہمارے بیٹوں کے لیے مصیبت کھڑی کر گیا۔" زر گل چچا بہت غصے میں تھے۔ "پھر آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کاکا جی؟" صحبت خان کے لہجے میں شکایت تھی۔ "میرے بچے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس حد تک چلا جائے گا ورنہ میں تمہیں ضرور ہوشیار کر دیتا میں نے سوچا تھا کہ اس عمر میں دماغ کمزور ہو جاتا ہے وہ بھی صرف زبانی کلامی بات کر رہا ہے لیکن اس نے تو یہ کر بھی دیا۔" بزرگ نے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کی طرف دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر افسوس کا اظہار کیا صحبت خان کا تفکر میں ڈوبا چہرہ اور سوچتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر انہیں مرحوم بھائی پر غصہ اور مظلوم بھتیجے پر رحم آ رہا تھا "کاکا جی! یہ وصیت والی بات فی الحال ہمارے درمیان ہی رہے تو بہتر ہے۔ صحبت خان نے جیسے کسی فیصلے پہ پہنچتے ہوئے دھیمے انداز میں سب کو مخاطب کیا، سبھی اثبات میں سر ہلانے لگے تھے۔

◆◆◆

گل مینہ باپ کے گھر سے اپنے گھر واپس جا رہی تھی. لیکن باپ کی وصیت کا سن کر ایک دن مزید رک گئی "تم اگر جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ وصیت سے عورتوں کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا یہ تو خالص باپ اور بیٹوں کا معاملہ ہوتا ہے۔" صحبت خان نے بہن کی سرخ متورم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد لہجے میں کہا

"نہیں لالا میں آج نہیں جاؤں گی ایک دو دن اور رہنا چاہتی ہوں۔" وہ پیار بھری نظروں سے بھائی کو دیکھتے ہوئے بولی اور سوچنے لگی "کتنی شکل ملتی ہے لالہ کی میرے پیارے بابا جان سے" اس نے گھنی مونچھوں اور دراز قد والے اپنے سنجیدہ سے بھائی کی طرف دیکھ کر بے ساختہ سوچا اور دعا مانگی "اے اللہ میرے غیرت مند بھائی کو سلامت رکھنا اسے لمبی عمر عزت کے ساتھ دینا۔

"اس نے دعا مانگ کر بھائی کی پشت پر نظریں جمائے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر کر آمین کہا۔

وہ اپنے مشفق باپ کی اچانک موت پر بہت دکھی تھی اور آخری لمحوں میں باپ نے اس کی بانہوں میں ہی دم دیا تھا، مرنے سے پہلے باپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا۔ "میرے بچے گل مینے! گواہ رہنا میں نے عمر بھر بیٹے اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں رکھا اور اب بھی جاتے جاتے میں اپنے حصے کا آخری بوجھ اتار کر جا رہا ہوں، اب تم نے اپنے حصے کا بوجھ خود اٹھانا ہے کیوں کہ تمہارے لیے سب سے لڑنے والا تمہارا بابا جان نہیں ہوگا۔" وہ رونے لگی "ایسا نہ کہیں بابا جان! آپ کو اللہ میری زندگی بھی لگا دے." سسکیوں کے درمیان اس کی زبان سے نکلے الفاظ باپ کو بھی رلا گئے "گل مینے تم نے بہت بہادر بننا ہے میرے بعد ڈٹی رہنا" وہ حیرانی سے پوچھنے لگی "میں سمجھی نہیں بابا جان" وہ ان کا سر دباتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔" میں نے تمہارے حصے کی زمین تمہارے نام لکھ دی ہے اور وصیت نامے میں بھی واضح لکھ دیا ہے کہ میری گل مینے وراثت میں حصے دار ہے، تم بہادر بن کر آنے والی نسل کے لیے اک مثال بننا بیٹی یہ نادان... اور کم فہم ہیں بیٹیوں کو ان کے جائز حق سے محروم رکھ کر صرف ان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ بھی زیادتی کر رہے ہیں، وراثت میں بیٹی کو جو حصہ ملتا ہے وہ بہنیں بھائیوں کی خوشی کے لیے چھوڑ دیتی ہیں اور جو نہیں چھوڑتیں انہیں کبھی عدالت کے احاطے میں اور کبھی اسی زمین کے سینے پر ہی قتل کر دیا جاتا ہے لیکن تم جانتی ہو کہ صحبت خان میرا بیٹا ہے وہ دو بیٹیوں کا باپ ہے اسے احساس ہوگا کہ بیٹی بھی ویسی ہی پیاری ہوتی ہے جیسا کہ بیٹا." وہ بولنے سے تھک سے گئے تھے "مگر بابا میرا بھائی اور بھائی کی محبت ہی میری جاگیر ہے وہ مجھ سے خفا ہو یہ مجھے گوارا نہیں، آپ ایسا نہ کرتے تو اچھا تھا.. اس طرح تو آپ نے مجھے میرا حق دے کر مجھ سے میری قیمتی جاگیر چھین لی ہے." وہ اداس ہو گئی "اللہ نے حکم دے رکھا بقیہ ص 27 پر

پراسرار دعوت

سمیرا انور

ہر طرف ہو کا عالم تھا، پتوں کی سرسراہٹ اور ہوا کے خوف ناک جھکڑ ایک عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ حمدون صاحب نے اپنے بچوں کے گھبرائے چہروں پر نظر دوڑائی تو ان کا دل کانپ اٹھا اور سوچنے لگے کہ شاید وہ کسی غلط پتے پر پہنچے ہیں۔ کار ایک طرف کھڑی کر کے انھوں نے اپنی جیب سے کاغذ کا وہی ٹکڑا نکالا جو انھیں کچھ دن پہلے موصول ہوا تھا۔ اشفاق اور وہ جنگلات کے محکمے میں کام کرتے تھے۔ دس سال پہلے دونوں نے ایک ساتھ ریٹائرمنٹ لی تھی۔ اس کے بعد اشفاق سے ان کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ بچوں کی تعلیم کی طرف ایسے مگن ہوئے کہ کوشش کے باجود بھی رابطہ نہ کر سکے۔ ایک دو بار انھوں نے ان کے لینڈ لائن نمبر پر کال کی تھی مگر فون بند جاتا، اس کے بعد انھوں نے تھک ہار کر کرنا ہی چھوڑ دیا۔ ہفتہ پہلے انھیں ڈاکیا ایک خط دے گیا تھا۔ جس کی عبارت دیکھ وہ کھل اٹھے: ”حمدون صاحب سب خیریت ہے نا! کس نے آپ کو خط لکھ دیا ہے؟“ عذرا بیگم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بھئی بیگم! دل کو دل سے راہ ہوتی ہے کچھ دن پہلے ہی آپ سے اور بچوں سے اپنے دوست اشفاق کا ذکر کر رہا تھا، یہ خط اسی نے بھیجا ہے اور اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے۔“ ان کی بات سن کر دونوں بچے ماہم اور حیدر بھی قریب چلے آئے اور بولے: ”ابا جان ہم کب اشفاق انکل کی طرف جا رہے ہیں؟ ہمارے امتحان بھی ختم ہو چکے ہیں۔“ ان کی بے تابی دیکھ کر میاں بیوی دونوں ہنسنے لگے۔

”اس ہفتے کے آخر میں چلیں گے ان شاء اللہ۔“ دونوں بچے جوش و خروش سے تیاریوں میں لگ گئے۔ اشفاق صاحب کی بیگم اور بیٹی کے لیے تحائف خرید لیے گئے۔ عذرا بیگم اپنے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے نہیں جا رہی تھیں۔ خط آنے کے ایک ہفتے بعد وہ اپنے شہر سے روانہ ہو گئے۔ آٹھ گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ آخر ان کے گاؤں پہنچ ہی گئے۔ گاؤں میں اکا دکا مکان تھے اور وہ بھی بالکل کھنڈر، غیر آباد اور ویران تھے اور دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رات کے دس بج رہے تھے وہ پریشانی کے عالم میں کار سے باہر نکل آئے کہ اچانک انھیں ایک گھر سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔ انھوں نے سوچا کہ کیوں نہ اسی گھر سے معلومات حاصل کی جائیں شاید وہ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔

کار اسٹارٹ کر کے وہ اسی مکان کے سامنے لے آئے جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ مکان کے ماتھے پر لگی تختی دیکھ کر انھوں نے سکون کا سانس لیا کیوں کہ یہ ہی ان کے جگری دوست اشفاق کا گھر تھا۔ بچوں کے چہروں پر بھی اطمینان کی لہر دکھائی دی۔

”ارے میرے دوست ہم پچھلے ہفتے سے ہی تم سب کا انتظار کر رہے تھے۔“ ان کے گھنٹی بجانے سے پہلے ہی دروازہ کھل گیا اور اشفاق صاحب مسکراتے ہوئے باہر نکل آئے اور انھیں لے کر گھر میں داخل ہو گئے۔ ان کی بیگم اور بیٹی سے بھی سلام دعا ہوئی۔ انھوں نے جلدی سے کھانا لگا دیا۔ کھانا کھانے کے بعد سب آرام کی غرض لیٹ گئے۔

”ماہم! کیا تمھیں نہیں لگتا کہ ابا جان کے دوست کی فیملی کچھ پراسرار سی ہے۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ کمروں میں دھوئیں کے مرغولے گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔“ حیدر نے سہمے انداز میں سرگوشی کی۔

”ہاں میں نے بھی محسوس کیا ہے کہ کچھ اسی طرح کا۔“ ماہم پریشانی سے بولی۔

”ہم ابا جان سے کہہ کر کل ہی یہاں سے چلتے ہیں۔“ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

”اشفاق! تم بہت کم گو ہو گئے ہو، پہلے تو بہت باتونی اور ہنس مکھ تھے۔ اب تمھاری طبیعت میں سنجیدہ پن زیادہ آگیا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟“ حمدون صاحب نے پوچھا ان کی بات سن کر وہ دھیمے سے بولے: ”وقت بہت کچھ بدل دیتا ہے اسی طرح مجھے بھی بدل دیا ہے۔ البتہ کبھی کبھار انسان کو جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتا۔“ ان کی بات سن کر حمدون الجھ گئے اور بولے:

”میں تمھاری بات سمجھا نہیں یار کھل کر بتاؤ۔“

”نہیں چھوڑو، کوئی اور بات کرو۔“ ان کے چہرے پر سختی طاری ہو گئی تھی۔

”انکل ہم باہر گھومنا چاہتے ہیں۔ کیا ہمیں اپنا گاؤں دکھائیں گے؟“ حیدر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”یہاں بس کھنڈرات اور ویران زمین ہے۔ آپ لوگوں کے دیکھنے کے لیے کچھ خاص نہیں ہے۔“ ان کی بات سن کر سن کر دونوں بچوں کے منہ بن گئے۔

”اور کچھ خوف ناک قبریں بھی ہیں۔“ اشفاق انکل کی بیٹی نے اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”جاؤ اپنے کمرے میں۔“ انھوں نے غصے سے اسے جھڑکا۔

”حیدر! دعا کرو ہم جلد یہاں سے چلے جائیں کیوں کہ مجھے بہت ڈر محسوس ہو رہا ہے۔“ ماہم نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

”میں بھی یہ سوچ رہا ہوں کہ موقع دیکھ کر ابا جان سے اصرار کروں کہ یہاں سے چلیں، مگر یہ اشفاق انکل ابا جان کو اکیلے بیٹھنے ہی نہیں دیتے۔“ حیدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

انھیں یہاں آئے دو روز گزرے تھے کہ عذرا بیگم نے فون کر دیا اور بتایا کہ ان کی طبیعت بہت خراب ہے اور وہ جلد سے جلد واپس آجائیں۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ حمدون صاحب نے بچوں کو واپسی کا کہہ دیا۔ اشفاق صاحب نے بھی انھیں کچھ تحائف دیے۔

”اوہ! میرا والٹ تو وہیں کرسی پر رہ گیا۔“ دس پندرہ منٹ کا سفر طے کرنے کے بعد اچانک حمدون صاحب کو یاد آیا۔

”ابھی اتنا فاصلہ طے نہیں ہوا، ابا جان، واپس جا کر لے آتے ہیں اس میں آپ کا شناختی کارڈ بھی

تھا۔"حیدر کی بات پر سر ہلاتے ہوئے انھوں نے گاڑی واپس موڑ دی۔

"یہ۔۔یہ کیا۔۔"اشفاق صاحب کے گھر کی جگہ ایک کھنڈر سا موجود تھا جس میں سوائے دھوئیں کے کچھ نہیں تھا۔تینوں سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ماہم تو دہشت کے مارے کانپنے لگی۔ابھی چند منٹ پہلے ہی تو وہ یہاں سے نکلے تھے اور اتنی جلدی سب کہاں غائب ہو گیا۔حمدون صاحب کا دماغ گھوم گیا۔انھوں نے تیزی سے گاڑی کا رخ موڑا کہ اچانک انھیں ایک شخص آتا دکھائی۔حلیے سے وہ سیاح لگ رہا تھا۔

"آپ لوگ اس ویران جگہ پر کیا کر رہے ہیں؟یہ علاقہ تو خطرے سے خالی نہیں۔میں اپنی تحقیقاتی ٹیم کے ساتھ اس کا وزٹ کر رہا ہوں۔چند سال پہلے یہاں شدید طوفان آیا تھا اور سارا علاقہ تباہ و برباد ہو گیا تھا۔بہت ساری لاشیں ملبے تلے دب گئی تھیں۔حکومت کی طرف سے کوئی خاص توجہ نہ ملی جس کی وجہ سے بچی کچی آبادی بھی یہاں سے رخصت ہو کر شہروں میں آباد ہو گئی۔"

سیاح ان کی اندرونی کیفیت سے بے خبر بولتا چلا گیا۔

"آپ لوگ شاید راستہ بھول گئے ہیں۔"

"جج۔۔۔جی۔۔"حمدون صاحب یہ کہتے ہوئے تیزی سے کار موڑنے لگے۔کافی فاصلے کرنے کے بعد انھوں نے ہاتھ بڑھا کر بوتل اٹھائی اور بغیر سانس لیے چڑھا گئے۔بچے الگ سفید چہرے لیے گم صم بیٹھے تھے۔انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ دن انھوں نے کھنڈر میں گزارا ہے۔یہ سوچ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے کہ اگر امی جان کا فون نہ آتا تو ان کی جلد واپسی ممکن نہیں تھی اور اتنے دن میں ان کے ساتھ کوئی بھی دہلا دینے والا واقعہ رونما ہو سکتا تھا۔

"ابا جان۔۔ابا جان! یہ دیکھیں اشفاق انکل کے دیے ہوئے تحائف۔۔۔"ماہم کی کانپتی آواز نے انھیں ہلا کر رکھ دیا۔گردن گھما کر انھوں نے پچھلی سیٹ پر رکھے اس شاپر پر نظر ڈالی تو وہ ششدر رہ گئے کیوں وہاں مٹی کا ڈھیر تھا جس کے اوپر ایک سفید چٹ رکھی تھی۔

"یہ کاغذ مجھے دکھاؤ۔"خود کو سنبھالتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"خوش قسمت ہو جو یہاں سے بچ نکلے ہو،ورنہ اس کھنڈر میں آنے والا کوئی بھی ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکا۔تم سب کے گرد آیۃ الکرسی اور معوذتین (سورہ الفلق،سورہ الناس) کا حصار تھا۔اسی لیے تم ہمارے ہاتھوں سے بچ گئے۔"حمدون صاحب نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انھیں اس آزمائش سے بچا لیا تھا۔

گھر پہنچنے پر انھیں معلوم ہوا عذرا بیگم کی طبیعت خراب نہیں تھی لیکن انھیں وہم آ رہے تھے کہ کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا،اس لیے انھوں نے فون کر دیا۔حمدون صاحب نے سارا ماجرا سنایا جسے سن کر انھوں نے دل تھام لیا۔عذرا بیگم نے انھیں بتایا کہ انھوں نے ہی آیۃ الکرسی اور معوذتین پڑھ کر تینوں پر باری باری پھونکا تھا۔جس کی وجہ سے اللہ نے ان کی حفاظت کی بے شک آیات مبارکہ کا حصار انسان کی مرتے دم تک حفاظت کرتا ہے۔

بقیہ

گل مینہ

ہے... قرآن میں واضح... حصے لکھے ہوئے ہیں... میری بچی! میں کس منہ سے نئے سفر پر نکلوں گا؟ پورے سو جریب کا بوجھ سر پہ اٹھائے مجھ سے نہیں چلا جائے گا. ابھی تو پل صراط کا سفر بھی طے کرنا ہے" ان کی دھندلی آنکھوں سے گرتے ہوئے موتی سفید ڈاڑھی میں جذب ہو رہے تھے وہ اپنے بہادر باپ کو موت اور حساب کے دن کے خوف سے روتے دیکھ کر عجیب سی کیفیت کا شکار ہو رہی تھی "آپ نے ہمیشہ دوسروں کے آنسو پونچھے ہیں بابا جان میں آپ کی شفاف آنکھوں میں آنسوؤں کی دھند نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ ٹھیک ہے آپ اپنا بوجھ اتار دیں، میں بھی کچھ کرتی ہوں اپنی جاگیر پہ قبضہ قائم رکھنے کے لیے" وہ فیصلہ کن انداز میں باپ سے مخاطب تھی.. مگر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رہے گا اور مجھے یقین ہے آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔

◆◆◆

اور اب جو صحبت خان وصیت سن کے گھر واپس آیا تھا، وہ اس کے لالہ کا ہمشکل ضرور لگ رہا تھا لیکن جانے کیوں اسے اس چہرے میں اپنا لالہ نظر نہیں آ رہا تھا، اس کے چہرے پہ اجنبیت اور پریشانی کے آثار دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ باپ کے غیر متوقع فیصلے نے اسے بہت دکھی کر دیا ہے، مگر وہ چپ تھی اس موضوع پر کوئی بھی بات بھائی کے زخم پر نمک چھڑکنے کے برابر تھی، صحبت خان چاہتا تھا کہ اسی وقت گل مینہ گھر چلی جائے تاکہ اسے اس مسئلے کا حق نکالنے کا موقع مل جائے لیکن گل مینہ نے تو کچھ اور سوچ رکھا تھا جبھی تو بھائی نے دوبارہ واپس گھر جانے کا کہا تو جواب میں بولی "کوئی بات نہیں بھائی جان.. شہروز بھی شہر گئے ہوئے ہیں دو دن سے پہلے ان کی واپسی ممکن نہیں ہے... میں آج رک جاتی ہوں برادری کی سب خواتین روز آتی ہیں پُرسے کے لیے اور بھابھی بے چاری کی بھی اکیلی جان ہے وہ اس بیماری میں کس کس کو سنبھالیں گی؟

"وہ چپ ہو گیا بابا جان اک عورت کو سو جریب کی مالکن بنا گئے تھے، ایسا تو اس علاقے میں کبھی دیکھا نہ سنا وہ گھر آ کر بھی ٹہل ٹہل کر یہ ہی سوچ رہا تھا. "جو بھی کرنا ہے آج ہی کر لو صحبت خان! ورنہ کل تک بات گل مینہ اور اس کے شوہر کے کانوں تک پہنچ جائے گی اور جب یہ جائے داد ان کی ملکیت بن جائے تب ان سے واپس لینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا گل مینہ کو ختم کرنا بہت ضروری ہے... رہ گیا اس کا شوہر تو وہ مسکین سا آدمی ہے اسے ڈرا دھمکا کر چپ کرا دیں گے. "وہ فیصلہ کر چکا تھا موسم گرم تھا، اس لیے سب باہر ہی چار پائیاں ڈالے سو رہے تھے، وہ چپکے سے اٹھا اور حجرے کے کمرے سے نکل کر برآمدے میں سے کچھ سوتے جاگتے ہوئے سے جمعہ خان کو ہلایا "جلدی اٹھو جمعہ خانہ!" وہ ہڑبڑا کر اٹھا "حکم خان جی!" وہ اگلے ہی پل ہاتھ باندھے کھڑا تھا "ایسا کرو کھیتوں کی طرف نکل جاؤ اس وقت مزارعے پانی دینے جاتے ہیں پگڈنڈی پر جو بھی پیدل مرد نظر آئے اسے ختم کر کے مجھے فون کرو اور ہاں یاد رکھنا جو بھی ہو مگر جوان ہو کسی بوڑھے کو نہ مار دینا" جمعہ خان نے اثبات میں سر ہلا دیا ایسی کئی کالی راتیں جمعہ خان کی زندگی میں آئی تھیں جب سوتے میں سے اٹھ کر اسے اندھا گونگا اور بہرا بن کر حکم کی تعمیل کرنی پڑی تھی سوال کی اجازت تھی نہ ہی ہمت اگر اجازت ہوتی بھی تو اسے کیا فرق پڑتا تھا وہ تو غلام ابن غلام تھا اسے صرف مالکوں کی وفاداری ورثے میں ملی تھی اور اسے بھی یہ ہی اثاثہ میراث میں اپنے بچوں کے لیے چھوڑ جانا تھا۔

"خان جی حکم کے مطابق کام ہو گیا ہے. "کچھ دیر بعد جمعہ خان نے اطلاع دی تو صحبت خان اطمینان کا سانس لے کر فون بند کرتے ہوئے باہر صحن میں آ گیا جہاں لائن میں تین چار پائیاں پڑی تھیں چاند کی آخری تاریخیں تھیں نیم تاریک صحن میں پنکھے کی یا کبھی کبھی خاموش فضا میں جھینگروں کی دور سے آتی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ایک چار پائی پر اس کی بیوی اور دوسری پر دو بیٹیاں سو رہی تھیں ساتھ والی چار پائی پر اس کی چھوٹی بہن گل مینہ بے فکر سو رہی تھی اس نے موبائل کی ٹارچ لگائی اور گل مینہ کا چہرہ دیکھا اک لمحے کے لیے گڑیوں سے کھیلتی اسکول یونیفارم میں ہنستی مسکراتی بابا کے کندھے پر سواری کرتی معصوم سی بچی کی شکل آنکھوں کے سامنے آ گئی جسے وہ اکثر کندھوں پر سوار کر کے لوکاٹ کے درخت کے نیچے کھڑا ہو جاتا اور کہتا اب توڑ لو لوکاٹیں اور کھل کھلا کر ہنستے ہوئے کہتی "لالہ ان لوکاٹوں میں جو گٹھلیاں ہیں وہ بالکل تمہاری آنکھوں جیسی ہیں اس لیے مجھے یہ لوکاٹیں اچھی لگتی ہیں۔ "مگر دوسرے ہی لمحے اس نے سماعتوں کو بہرا کر دیا اور سر جھٹک کر رحم کے پرندے کو دل کی منڈیر سے اڑا دیا ہلکے سے گل مینہ کا پاؤں ہلایا. اس کی نیند بہت بیدار تھی وہ گھبرا کر آنکھیں ملتے ہوئے اٹھی. "خیر تو ہے لالہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

اس نے سرہانے رکھی اوڑھنی سے جلدی سر ڈھانپتے ہوئے تشویش بھرے انداز میں پوچھا تو صحبت خان نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا. "اٹھو گل مینے ضروری کام ہے۔"

(جاری ہے)

Brady's
The nourishing taste of Scott Baking
Plain Cake
OUR PROMISE
Brady's
DELICIOUS FOOD EXPERIENCE EVERY TIME
Brady's
Plain Cake
Delicious & Delightful
Delicious & Delightful

مکرم ایک بڑا آرٹسٹ تھا۔ اس کی انگلیوں میں جادو تھا۔ مناظر کو ایسے اپنے کینوس پر اُتارتا کہ اصل مناظر بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہو جاتے۔ وہ تنہا اپنے کام میں گم رہتا تھا۔ اسے اپنے فن

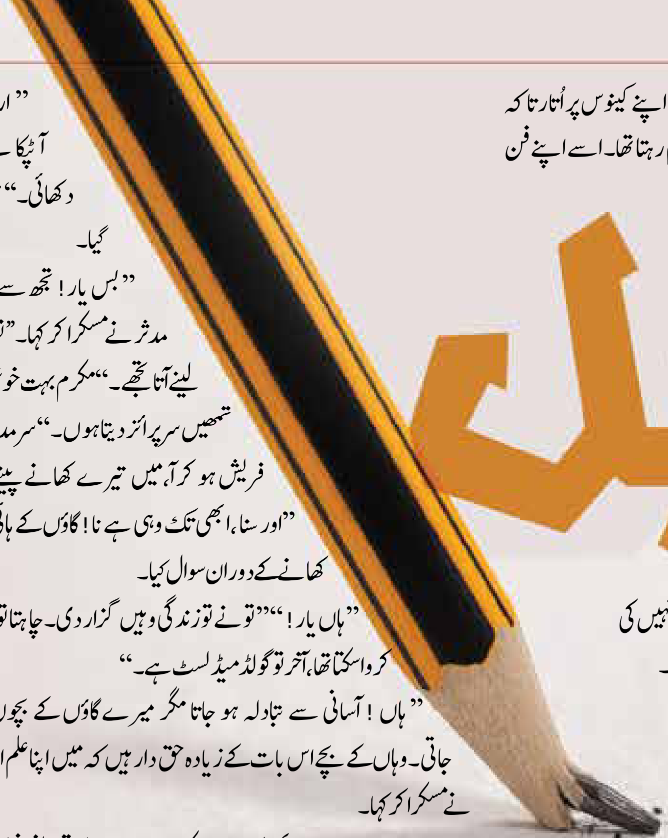

بخیل

• نظیر فاطمہ

سے اتنا پیار تھا کہ اپنی پوری زندگی اس کے لیے وقف کر دی۔ شادی بھی نہیں کی اور اسے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ وہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ کسی کے سامنے کام نہیں کرتا تھا۔ کام کے دوران کوئی آجاتا تو ہاتھ روک لیتا۔ بہت سے لوگ اس سے یہ فن سیکھنا چاہتے مگر وہ سب کو بھگا دیتا۔ وہ بلا کا انا پرست تھا۔

”میں نہیں سکھا سکتا کسی کو یہ سب، میرا فن صرف میرے لیے ہے، بھلا دوسروں کی جھولی میں کیسے ڈال دوں“۔ ”سکھانے والی درد سری نہیں ہوتی مجھ سے۔“ جو بھی سیکھنے کی خواہش لے کر آتا یہ جواب سن کر مایوس لوٹ جاتا۔ البتہ کسی کی مالی مدد کرنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔

”ہے تو سڑیل مگر ضرورت مند کی مدد کر دیتا ہے۔“ کوئی آدھی ادھوری تعریف کرتا۔ ”پیسے کو اہمیت نہیں دیتا، بس سکھاتا نہیں کسی کو کچھ بھی۔“ اور کسی کی رائے ہوتی تھی: ”ہے تو کچھ نفسیاتی سا، بس کسی کا پھیلا ہوا ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا۔“ گویا لوگ اس کی تنقید اور تعریف ساتھ ساتھ کرتے۔

◆◆◆

عدنان غریب ماں باپ کا بیٹا تھا۔ غربت کے باوجود جیسے تیسے گاؤں کے اسکول سے میٹرک پاس کر لیا تھا۔ پڑھائی میں زیادہ اچھا نہیں تھا، مگر جیسے پیدائشی آرٹسٹ ہو۔ گاؤں کے اسکول میں ڈرائنگ یا آرٹ کا کوئی استاد نہیں تھا۔ بغیر کسی رہ نمائی کے وہ بڑی صفائی سے تصویریں بناتا تھا۔ سامنے رکھی چیز دیکھ کر وہ اس کی ہو بہو تصویر بنا لیتا۔ اسے بہت شوق تھا یہ کام سیکھنے کا۔ ماں باپ کے پاس وسائل نہیں تھے۔ ریاضی کے استاد سرمد مدثر نے اس کا شوق دیکھتے ہوئے اس کے لیے کچھ کرنے کا سوچا۔

”ماجھو! اگر تمھارا بچّہ یہی کام سیکھ لے تو بہت بڑا آرٹسٹ بن جائے گا۔ بہتر ہے اسے شہر بھیج دو۔“ سرمد مدثر نے عدنان کے ابا سے بات کی۔ ”ماسٹر صاحب! ہم غریب ہیں، کبھی شہر کی شکل نہیں دیکھی۔ رشتے دار تو دور کی بات، ہمارا تو کوئی جاننے والا بھی نہیں رہتا شہر میں۔ ہم اسے کیسے شہر بھیج دیں۔“ ماجھو نے جواب دیا۔

”میرا ایک دوست ہے شہر میں۔ بہت بڑا آرٹسٹ ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں، اگر وہ مان جائے تو میں خود چھوڑ کر آؤں گا، عدنان کو اس کے پاس۔ اس سے سیکھ لے گا تو بڑا آدمی بن جائے گا۔“ ماسٹر صاحب نے انھیں جیسے کوئی سہانا خواب دکھانے کی کوشش کی تھی۔ ”اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو آپ کوشش کر لیں ماسٹر صاحب۔“ ماجھو نے بات ختم کی۔

◆◆◆

چند روز بعد سرمد مدثر شہر پہنچے اور بس سے اُتر کر سیدھا مکرم کے پاس آئے۔ دوپہر کا وقت ہو رہا تھا۔

”ارے مدثر! تو کدھر سے آ ٹپکا ہے۔ اتنے عرصے بعد شکل دکھائی۔“ مکرم سرمد مدثر کے گلے لگ گیا۔

”بس یار! تجھ سے ملنے کا دل چاہا تو آگیا۔“ سرمد مدثر نے مسکرا کر کہا۔ ”تو مجھے فون کر دیتا، میں خود لینے آتا تجھے۔“ مکرم بہت خوش تھا۔ ”بس میں نے سوچا تمھیں سرپرائز دیتا ہوں۔“ سرمد مدثر نے جواب دیا ”اچھا چل فریش ہو کر آ، میں تیرے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں۔“

”اور سنا، ابھی تک وہی ہے نا! گاؤں کے ہائی اسکول میں؟“ مکرم نے کھانے کے دوران سوال کیا۔

”ہاں یار!“ ”تو نے تو زندگی وہیں گزار دی۔ چاہتا تو کسی بڑے شہر میں تبادلہ کروا سکتا تھا، آخر تو گولڈ میڈلسٹ ہے۔“

”ہاں! آسانی سے تبادلہ ہو جاتا مگر میرے گاؤں کے بچوں کے لیے بڑی مشکل ہو جاتی۔ وہاں کے بچے اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ میں اپنا علم ان تک پہنچاؤں۔“ سرمد مدثر نے مسکرا کر کہا۔

”تیرے خیالات وہی ہیں ابھی تک۔“ مکرم نے دوست کو تعریفی نظروں سے دیکھا۔

”کسی احساس برتری کے بغیر خود کو دوسروں کے لیے کارآمد بنانے کی کوشش کرنا میرا مشن ہے۔“ سرمد مدثر نے دھیمے لہجے میں کہا۔

◆◆◆

”یار! تجھ سے ایک کام ہے چھوٹا سا۔“ اگلے روز واپس جانے سے پہلے سرمد مدثر نے کہا۔

”چھوٹا کیوں یار۔۔۔ تو کوئی بڑا کام بتا۔“ مکرم نے خوش دلی سے کہا۔ بس چند لوگ ہی تھے اس کی زندگی میں ایسے جن سے وہ ہنس، مسکرا کر خوش دلی سے بات کرتا تھا۔ ان میں سے ایک سرمد مدثر بھی تھے، دونوں نے میٹرک تک اکٹھے پڑھا تھا۔ ان کی دوستی آج بھی قائم تھی۔

”یار! میرے گاؤں میں ایک بچہ ہے عدنان۔۔۔ پڑھائی میں بس واجبی سا ہے۔ میٹرک کر لیا ہے اس نے۔ آگے پڑھانے کے اس کے ماں باپ کے پاس وسائل نہیں۔ ڈرائنگ بڑی اچھی ہے اس کی، اگر وہ اس میں محنت کرے تو مجھے یقین ہے وہ بہت بڑا آرٹسٹ بن جائے گا۔ اگر تم اسے اپنی نگرانی میں لے لو تو۔۔۔“ سرمد مدثر کی آدھی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ مکرم نے ٹوک دیا۔

”مدثر! تو جانتا ہے نا میں سکھاتا کسی کو نہیں ہوں۔“ سرمد مدثر ایک دم خاموش ہو گئے۔ ”اچھا! تو ایسا کر، اسے شہر کے کسی کالج میں داخل کروا دے، مجھ سے جتنی مدد ہو گی، میں کر دوں گا۔“ مکرم نے پیش کش کی۔ ”ویسے تو کئی سخی میرے دوست ہیں، جو اس کی مالی مدد کر سکتے ہیں مگر وہ بچہ باقی مضامین میں زیادہ اچھا نہیں ہے۔ بس یہی ایک پیدائشی ہنر ہے، اس کے پاس، اسی لیے تیرے پاس آیا ہوں۔“ سرمد مدثر نے کہا۔ ”یار! نہیں۔۔۔ یہ کام نہیں ہو سکتا۔“ مکرم نے صاف انکار کر دیا۔ ”یار! تو واقعی بہت بڑا بخیل ہے۔“ سرمد مدثر کے شہد لہجے میں تلخی جھلکی۔

”کیا مطلب؟ میں بخیل کیسے ہو گیا؟ جتنی ہو سکے دوسروں کی مالی مدد کرتا ہوں۔“ مکرم کو ناگوار گزرا۔

”کسی عالم، اور ہنر مند کی سب سے بڑی دولت اس کا علم، فن اور ہنر ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ علم، فن اور ہنر اللہ کی رضا کے لیے دوسروں تک پہنچائے تو اس سے بڑا سخی کوئی نہیں۔۔۔ اور۔۔۔ اگر وہ اپنے علم، فن اور ہنر کو اپنے تک روک لے تو اس سے بڑا بخیل کوئی نہیں۔“ سرمد مدثر نے رک کر مکرم کو دیکھا۔ ”تو اپنا فن اور ہنر کسی کو سکھانے کا روادار نہیں اس لیے تو میرے نزدیک بہت بڑا بخیل ہے۔“ سرمد مدثر بات ختم کر کے کمرے سے نکل گئے۔

یہ نمازیں

ذہیب وبرۃ

اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا، سفید بالکل دھلا ہوا چہرہ، سانس نیچے جارہا تھا نہ ہی اوپر آرہا تھا۔ میں نے جلدی سے اس کی گردن پر ہاتھ مارا، میرے شوہر ایمبولینس کے لیے کال کرنے لگے۔ مصباح ہمارے واویلوں، چیخوں کے درمیان ہی دم توڑ گئی۔ جان کنی کا وہ عالم یاد آتا ہے تو اب بھی پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔

◆◆◆

''آگیا آئیڈیا! کیا گریس فل لیڈی لگو گی، سب دنگ رہ جائیں گے۔'' بھابھی نے سلام پھیرتے ہی پرجوش آواز میں کہا۔ ''لگتا ہے نماز میں میرا سوٹ سوچتی رہی ہیں۔ اللہ کے آگے کھڑی تھیں کچھ تو خیال کیا ہوتا۔ میرا ہی سوٹ ملا تھا۔'' میری بات پہ بھی ان کا جوش کم نہ ہوا۔

''ہاں نا! اللہ معاف کرے، لیکن نماز پوری کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ بس دل کررہا تھا، جلدی سے تمہیں بتادوں۔ چلو جلدی سے تیار ہوجاؤ۔ بس یہ عید کی تیاریاں پوری ہوجائیں تو نماز عبادت میں بھی یکسوئی آجائے۔'' بھابھی نے فرنٹ، بیک، سلیوز، دوپٹا، بنچز، لیسز ہر چیز ان میچ ہی خریدی تھی۔ اور ڈیزائن کس طرح کرنا تھا اس میں تو انہیں کمال حاصل تھا۔

گرمی نے بے حال کردیا تھا۔ بھابھی آتے ہی شاور لینے چلی گئیں۔ 20 منٹ تک مسلسل پانی گرنے کی آواز آتی رہی۔ میں اپنے سوٹ کا ڈیزائن جاننے کے بارے میں بے چین تھی۔ بھابھی کو آوازیں دینے لگی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو مجھے تشویش ہوئی۔ آخر کار گھر والوں نے کوششوں سے دروازہ کھولا۔ تو اندر کے منظر نے سب کے ہوش اڑا دیے بھابھی ہاتھ پاؤں مڑے بے ہوش پڑی تھیں، انہیں جلدی جلدی اسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں وہ سولہ دن کومے میں رہ کر چل بسیں۔ نہ تیاریوں کا وقت ملا نہ نماز میں یکسوئی کا۔

◆◆◆

اوپر آپ نے تین واقعے ملاحظہ کیے، یہ تصویر کا ایک رخ تھا، آیئے تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھتے ہیں، اس سلسلے کا ایک واقعہ بطور نمونہ و مثال کافی ہونا چاہیے اور اس واقعے کا بھی ایک خاص جملہ ہماری زندگی کے شب و روز میں نظر آنا چاہیے۔ ایک جامعہ میں علماء وطلبہ کا ایک خصوصی تربیتی اجتماع جاری تھا۔ جامعہ میں ظہر کی نماز ایک بج کر پانچ منٹ پر ہوتی تھی اور نماز کے بعد کھانا ہوتا تھا۔ آج جب اجتماع ختم ہوا تو سوا دو بج رہے تھے۔ اب بہ ظاہر ترتیب یہی ہونی چاہیے تھی کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھی جائے اور پھر کھانا کھایا جائے۔ اور ایسے موقع پر ہمارا عمومی رویہ یہی ہوتا ہے اور یہی کہا جاتا ہے چلیے بھئی پہلے جلدی سے نماز پڑھتے ہیں پھر اطمینان سے کھانا کھائیں گے۔

اجتماع کے مہمان خصوصی ایک بڑے عالم دین تھے، انہوں نے دعا کے فوراً بعد جامعہ کی انتظامیہ کے مشورے سے اعلان کیا، کہ اب ہم لوگ جلدی سے کھانا کھاتے اور پھر سکون سے نماز ادا کریں گے۔

بادی النظر میں یہاں کھانے کو نماز پر ترجیح دی جارہی تھی، لیکن یہ ترجیح دینی تعلیمات کے بالکل مطابق تھی۔ اور وہ جملہ تو سونے پہ سہاگا۔ اس جملے نے بے ساختہ سب کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیر دی۔ اور بھوک بھی مزید چمک اٹھی تھی۔ پندرہ سے بیس منٹ میں کھانے سے فارغ ہو کر سب حضرات جوق در جوق مسجد جارہے تھے۔

میرے پہلے سجدے میں وہ میرے ساتھ سجدہ میں تھے اور دوسرے سجدے میں اگلی رکعت کا رکوع کررہے تھے۔ ان کی اُٹھک بیٹھک میں اتنی رفتار تھی کہ میرا سر چکرا گیا۔ دوسری رکعت خود کو سنبھالتے ہوئے پوری کی۔ میری سوا رکعت میں ان کی چار رکعت ہوگئیں۔ ''کیا بات ہے بھائی صاحب بڑی جلدی میں ہیں۔'' سلام پھیرتے ہی میں نے پوچھا۔

''ہاں جی جماعت سے بھی ادا نہیں کرپاؤں گا۔ دراصل بیٹے کی جاب پکی ہوگئی ہے نا چائنا میں، اس سے پہلے مٹھائی لے کر جانا چاہتا ہوں گھر۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے ایک ہی سانس میں روانی سے بات پوری کی اور اس عجلت میں اٹھتے ہوئے ان کا سر پیچھے ستون سے بری طرح ٹکرایا۔ ناک سے خون بہنے لگا۔

ایمبولینس اور گھر والوں کو اطلاع کے عرصے کے دوران ہی وہ خالق حقیقی سے جاملے تھے۔

◆◆◆

''مصباح یہ کون سی نماز ہے بیٹے۔ نہ سجدے میں جانے کا پتا چل رہا ہے نہ اٹھنے کا۔ کیا فائدہ ہے ایسی نماز کا۔'' یہ میری بھتیجی تھی، جو چھٹیاں گزارنے ہر سال کراچی سے آیا کرتی تھی۔

''پھوپھو کینو کا مقابلہ شروع ہونے والا ہے، بس پانچ منٹ ہیں باقی نا! اس لیے جلدی جلدی پڑھ لی۔ وعدہ رہا عصر کی نماز ٹھیک سے پڑھوں گی۔'' اس نے میرے دونوں گال کھینچ کر پیار سے کہا۔

''تو مقابلے کے بعد پڑھ لیتیں۔ فروہ اور زروہ بھی تو پڑھیں گی نا'' وہ آخری دو رکعت کے لیے ہاتھ اٹھائے تیار کھڑی تھی۔ اسی حالت میں جواب دینے لگیں'' پھوپھو انہیں تو پتا ہے نا کہ مقابلہ ہارنا ہی ہے۔ تین سال کا ریکارڈ ہے، میرا کینوں کھا کر پیٹ اتنا سخت ہوجائے گا کہ نہ نماز کی ہمت ہوگی نہ کسی اور کام کی۔''

''مصباح!'' چھت سے میری بیٹی زروہ کی پکار پر اس نے ٹائم دیکھا۔ ''دیکھا پھوپھو! آپ نے لگادیا نا باتوں میں، اب دو رکعتیں رہ گئیں۔ اب بعد میں ہی پڑھوں گی۔'' وہ مجھے پھلانگتے ہوئے ''آئی'' کی آواز لگا کر یہ جا وہ جا۔

اسے گئے ابھی پانچ منٹ گزرے تھے کہ اوپر سے چیخوں کی آواز آنے لگی۔ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتی اوپر پہنچی۔ مصباح کا رنگ بالکل سفید تھا وہ کسی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ میری بڑی بیٹی فروہ بوکھلائے اس کے حلق میں انگلیاں ڈال رہی تھی۔

''امی مصباح کے کینو اٹک گیا ہے۔'' مجھے دیکھتے ہی بچے چلانے لگے۔ وہ بری طرح تڑپ رہی تھی

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

آزادی ایک نعمت

اہلیہ محمد فیصل

جنگل میں ہر طرف گہما گہمی تھی ہر جانور خصوصی تیاری میں لگا ہوا تھا۔

"گائے آنٹی اور اونٹ انکل کے شہر کی سیر کے اعلان نے تمام جانوروں میں جوش کی لہر پیدا کر دی تھی۔ اتنی زبردست پکنک کا سن کر سارے جانور خوب تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔

بندر اپنا کیمرہ صاف کر رہا تھا، تو ڈوگی موصوف اپنے کانوں کو چمکا رہے تھے, اسی طرح ننھا چوہا، پانڈا اور بھالو بھی خوب رگڑ رگڑ کر جھیل سے نہا کر آئے تھے۔ جنگل میں گویا منگل کا سماں تھا۔"

سارے جانور شہر کی سیر کو روانہ ہونے کے لیے بے تاب تھے کہ کب اونٹ انکل اور گائے آنٹی کی طرف سے ہری جھنڈی نظر آئے اور وہ سارے شہر دیکھنے کے لیے دوڑے چلے جائیں۔

بلی نے تو اپنے گلے میں خود ہی گھنٹی بھی باندھ لی تھی، تاکہ وہ جھوم جھوم کر سیر کر سکے۔ سارس نے بھی ہاتھ میں بانسری پکڑ لی تھی۔ ہر جانور کی تیاری بڑی نرالی تھی۔

ارے ارے بھائی! اس سناٹے میں بینڈ باجے لے کر کون نکل آیا ہے؟

یہ گھنٹیاں، یہ سیٹیاں اور یہ بانسری کی آواز اس لاک ڈاؤن میں کون شادیانے بجانے نکل آیا ہے؟

سارے انسان حیران و پریشان ہوتے ہوئے اپنی اپنی کھڑکیوں میں سے جھانکتے ہوئے نکل آئے۔

کرونا وائرس کی وجہ سے سارے شہر میں کرفیو نافذ تھا۔ تمام شہری گھروں میں مقید تھے۔ سڑکوں پر سناٹے تھے اور انہی سناٹوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگل کے جانور شہر کی سیر کو آئے تھے۔ یہ سارا قافلہ بڑے مزے سے شہر کی سیر کر رہا تھا۔

گائے آنٹی تو باقاعدہ گنگنا رہی تھیں:

آج ہم آزاد ہیں
او شکاریو!
او چڑی مارو!
دیکھو! ہم آزاد ہیں
آج ہم دھوم دھڑکا کریں گے
آج ہم آزاد ہیں۔

بندر صاحب تو اونٹ انکل کی پیٹھ پر براجمان تھے اور اچھل اچھل کر اپنے کیمرے سے کبھی اپنی تو کبھی کھڑکیوں سے جھانکتے انسانوں کی تصاویر دھڑا دھڑ کھینچ رہے تھے۔ گویا محظوظ ہو رہے تھے: "دیکھو! ایک وقت تھا تم ہمیں چڑیا گھر میں دیکھنے آیا کرتے تھے اور تصاویر اتارتے تھے، آج ہم تمہیں دیکھنے آئے ہیں۔ ہمیں کوئی ڈر نہیں، ہم آزاد ہیں،

دراصل ساری دنیا میں کرونا وائرس نے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ ہر انسان اس وبا سے پریشان اور بے حال تھا۔ سب کے کام دھندے ٹھپ ہو گئے تھے۔ ہر شخص گھر میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ باہر جانے سے پہلے اپنے آپ کو مکمل طور پر ماسک، دستانوں اور مختلف چیزوں سے محفوظ کرنا پڑتا تھا۔ ان سب احتیاطوں کے باوجود بھی بلاضرورت گھر سے باہر جانے پر حکومت کی جانب سے سزائیں مقرر کر دی گئی تھیں۔ کسی کے بس میں بات نہیں رہی تھی۔ کوئی رب کے حضور گڑگڑا رہا تھا، تو کوئی ڈاکٹروں کی ہدایات پر سختی سے عمل پیرا تھا۔ زندگی جمود کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ اور آج اس سناٹا اور لوک ڈاؤن سے جانور بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر کی سیر کرنے پہنچے گئے تھے۔

حامد شکاری کی اتنے خوب صورت بھالو کو دیکھ کر رال ٹپک رہی تھی۔

"کاش! یہ بھالو مجھے اچھے حالات میں ملتا تو اس کے ذریعے میں کتنا پیسا کماتا۔" ساتھ ہی اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔

اسی طرح نصیر چڑی مار رنگ برنگی چڑیاؤں کو دیکھ کر آہیں بھر رہا تھا۔ جو چڑیاں جنگل کے جانوروں کے ساتھ ساتھ سیر کے لیے شانہ بشانہ چلی آئی تھیں۔

ایک طرف جانور اور پرندے خوشی سے جھوم رہے تھے تو دوسری طرف انسان غم سے پریشان تھے۔

آج ان سلاخوں والی کھڑکیوں سے جانوروں کو دیکھ کر انسانوں کو آزادی کی قدر و قیمت کا صحیح معنوں میں اندازہ ہوا تھا۔

وہ عزم کر رہے تھے کہ:

"آئندہ جب ہم (ان شاء اللہ) اس وبا سے نجات پالیں گے تو آزادی کی نعمت کی قدر کریں گے بلکہ شکر ادا کریں گے اور کسی بھی جاندار کو قید کی صعوبت میں نہیں ڈالیں گے۔"

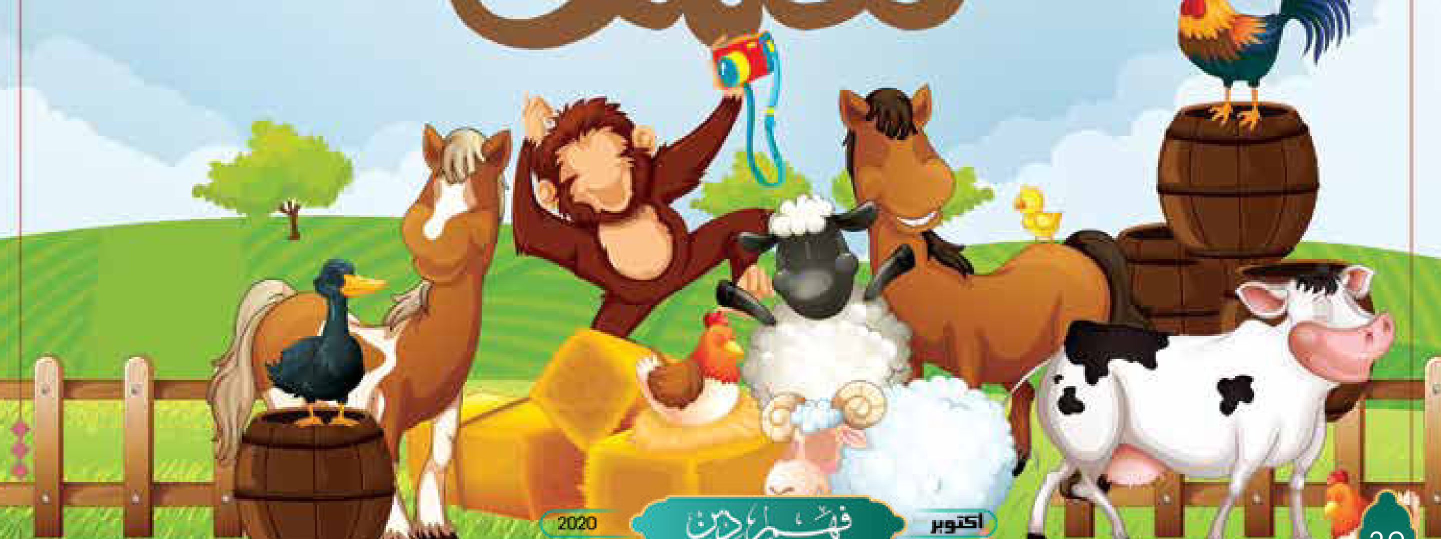

نیلو ہدہد

دن کا تیسرا پہر گزر چکا تھا۔ نیلو ہدہد اپنے پرانے گھر میں بوریت کے عالم میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا منہ غصے کی وجہ سے پھولا ہوا تھا۔ آنکھوں سے ناراضی صاف جھلک رہی تھی۔ کمرے کے باہر ''ٹھک ٹھک'' کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں، جس کا مطلب تھا، اس کے ابو امی اس کا نیا گھر بنانے میں مصروف ہیں۔ نیلو ہدہد ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، اس لیے وہ اس کی ہر خواہش فوراً پوری کرتے تھے۔ کل ہی نیلو ہدہد نے نئے گھر کی فرمائش کی تھی اور بے چارے والدین کل سے تنکے جوڑ جوڑ کر نیا آشیانہ بنانے میں لگے ہوئے تھے مگر پھر بھی نیلو خوش نہیں تھا۔ وہ بہت جلد باز تھا۔ وہ تو بس یہ چاہتا تھا کہ چٹکی بجاتے ہی سجا سجایا گھر اسے مل جائے۔ آج صبح سویرے ہی اس کی اپنے ابا اماں سے بات چیت ہوئی تھی۔

''ابا! میرا نیا گھر کب تک

محمد فیصل علی

بنے گا؟'' نیلو ہدہد نے پوچھا۔ ''بن جائے گا بھئی، کل ہی تو شروع کیا ہے، ایسی بھی کیا جلدی ہے؟'' اس کے ابا نے جواب دیا۔ ''لیکن مجھے فوراً چاہیے۔'' نیلو ہدہد نے ضد کی۔ ''ہونہہ فوراً چاہیے تو تم خود ہی بنا لو پھر! دیکھتے نہیں تنکا تنکا جوڑ کر بنتا ہے گھر، تمھیں اندازہ ہی نہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔'' اس کی اماں غصے سے بولی تھیں۔ ''میں کچھ نہیں جانتا، بس مجھے نیا گھر چاہیے۔'' نیلو ایک ہی بات کی رٹ لگائے ہوئے تھا۔ ''اچھا بابا کوشش کرتے ہیں۔ تم یہاں رک کر آرام کرو۔ ہم کام پہ جاتے ہیں اور ہاں جی نہ لگ رہا ہو تو لائبریری میں چلے جانا، کتابیں پڑھ لینا۔'' اس کے ابا نے جاتے جاتے اسے مشورہ دیا تھا۔

اب وہ صبح سے اپنے پرانے گھر میں پڑا تھا۔ کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اب دن بھی ڈھل رہا تھا۔ اس کے ابا اماں بغیر رکے کام کر رہے تھے تاکہ اس کا نیا گھر بن جائے۔ جس درخت کے تنے پر وہ گھر بنا رہے تھے وہ بہت گھنا اور سرسبز تھا۔ ان کے گھر پہ سارا دن چھاؤں رہتی تھی۔ اچانک پڑے پڑے نیلو ہدہد کو لائبریری کا خیال آیا اور وہ لائبریری میں جا گھسا۔ یہاں رنگا رنگ کتابیں ترتیب سے سجی ہوئی تھیں۔ نیلو نے کچھ کتابیں اٹھا کر کھولیں، چند سطریں پڑھیں اور پھر اکتاہٹ کے عالم میں رکھ دیں۔ اس کا کچھ بھی پڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ ایک کتاب پہ پڑی: ''جاسوس ہدہد'' وہ بڑبڑایا۔ یہ عنوان اسے بہت دل چسپ لگا تھا۔ اور وہ کتاب کھول کر پڑھنے لگا۔ اگلے ہی لمحے وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو چکا تھا۔ اور مسلسل بیس منٹ تک وہ غوطے کھاتا رہا۔ اس پر کئی عجیب و غریب اور دل چسپ انکشافات ہوئے تھے۔ اس نے کتاب اٹھائی اور ''پھرررر'' سے اڑ گیا۔ اب وہ سیدھا اپنے دوستوں کے پاس اڑا جا رہا تھا تاکہ انہیں جاسوس ہدہد کی کہانی سنا سکے۔

◆◆◆

پیپل کی چھاؤں تلے ایک ٹہنی پر نیلو ہدہد اپنے دوست ٹیٹو توتے اور کام کبوتر کے ساتھ محفل جمائے بیٹھا تھا۔ نیلو ہدہد یہاں اپنے دوستوں کو جاسوس ہدہد کی کہانی سنانے کے لیے آیا تھا۔ ایسے میں اچانک بہت سارے پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا تو بلبل، مینا، چڑیا، لال، اور دیگر پرندے شور مچاتے ان کی طرف اڑے آ رہے تھے۔ نیلو ہدہد حیران تھا کہ یہ سب یہاں کیسے پہنچ گئے۔ اتنے میں سب پرندے وہاں آن پہنچے اور ساتھ ہی سلام کی آوازیں گونجیں۔

''وعلیکم السلام'' انہوں نے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ نیلو ہدہد کچھ پوچھتا، مینا بول پڑی: ''دوست!، ہم پہنچ گئے۔ ہمیں کام کبوتر کا میسج ملا تھا، اور ہم بھاگے بھاگے یہاں آئے تاکہ تمہاری حیرت انگیز کہانی سن سکیں۔''

''اوہ اچھا، تو یہ ان کا کارنامہ ہے۔'' نیلو نے کام کبوتر کی طرف دیکھا جو مسکرائے جا رہا تھا۔ نیلو نے سارے پرندوں کو دیکھا جو ہمہ تن گوش تھے، اب اس نے کہانی شروع کر دی۔

''یہ ہزاروں سال پرانی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک مشہور پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ انہوں نے ساڑھے سات سو سال تک حکومت کی تھی۔ ان کی حکومت جنوں، انسانوں اور دیگر تمام مخلوقات پر تھی۔ وہ جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا تک ان کے تابع کر دی تھی۔ تمام مخلوق ان کے حکم کی غلام تھی۔ ان کے دربار میں ایک ہدہد جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔

''کیا کہا ہدہد؟؟؟'' بلبل نے چونک کر پوچھا۔ ''جی ہاں، اسی جاسوس ہدہد کی تو کہانی سنا رہا ہوں میں۔'' نیلو ہدہد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ''اوہ، معاف کرنا مجھے معلوم نہیں تھا، تم کہانی جاری رکھو۔'' بلبل نے معذرت کی۔ اور نیلو ہدہد نے پھر سے کہانی شروع کر دی۔

''ہاں تو میں ہدہد کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کا نام یعفور بتایا جاتا ہے، وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ اس کی ذمے داری یہ تھی کہ وہ اپنی تیز نگاہ سے زیرِ زمین پانی کا پتا لگاتا، جہاں پانی کی سطح بلند ہوتی وہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کنواں کھود لیتے، یوں ان کے لشکر کے لیے پانی کی قلّت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کی اس خوبی کی وجہ سے کوا بہت پیچ و تاب کھاتا تھا اور ہدہد کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظروں سے گرانے کے موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔

ایک دن سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کی ضرورت تھی مگر وہ موجود نہیں تھا۔ سلیمان علیہ السلام سخت غصے میں آ گئے۔ وہ ہدہد کے لیے کوئی سخت سزا تجویز کرنے ہی والے تھے کہ اچانک ہدہد آ پہنچا۔ ہدہد نے تاخیر پہ معذرت کی اور انہیں خبر دی کہ ملک سبا میں ایک ملکہ کی حکومت ہے جسے ملکہ بلقیس کہا جاتا ہے۔ اس کی حکومت میں وہاں کی قوم سورج کی پوجا میں مصروف ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو ایک خط دے کر ملکہ بلقیس

کے پاس بھیجا،اس خط میں ایمان اور اسلام کی دعوت تھی۔جب۔۔۔نیلو کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔اچانک لال بول پڑا:''اوہ، کیا منظر ہوگا جب ہدہد نے خط پیش کیا ہوگا۔''لال نے خیالات میں کھوئے ہوئے انداز میں کہا، کہانی کا تسلسل ٹوٹنے پر توتا برس پڑا:''ارے نیم شاعر ،نیم لوہار! کہانی تو سننے دو۔''

''اوہ اچھا۔۔معاف کیجیے گا''لال گڑبڑا گیا۔''

کوئی بات نہیں، میں کہانی آگے بڑھاتا ہوں۔نیلو بولا اور کہانی پھر سے شروع ہوگئی۔

''ملکہ نے خط پڑھا لیکن ایمان قبول نہ کیا بلکہ کچھ تحفے بھیج دیے۔دراصل وہ بھی آزمانا چاہ رہی تھی کہ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں یا انھوں نے ویسے ہی بادشاہوں سے تعلقات بنانے کے لیے کچھ سوچا ہے۔جب وہ تحائف سلیمان علیہ السلام تک پہنچے تو وہ سخت غصہ ہوگئے اور انھوں نے تحفے واپس کردیے۔اس کے بعد انھوں نے دربار میں بیٹھے ہوئے درباریوں سے کہا:''ملکہ نے میرا حکم نہیں مانا، لہٰذا اس کا تخت فوراً میری خدمت میں حاضر کیا جائے۔''ایک جن نے کہا:''جناب!!! میں اسے یہاں آپ کے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔''وہاں ایک اور صاحب علم بیٹھے تھے جن کے پاس اللہ کی جانب سے پراسرار علوم تھے۔ ان کا نام آصف بن برخیاہ بتایا جاتا ہے۔انھوں نے ایک ایسا اسم اعظم پڑھا کہ پلک جھپکتے ہی ملکہ بلقیس اپنے تخت کے ہمراہ وہاں حاضر ہوگئی۔ملکہ بلقیس سلیمان علیہ السلام کی طاقت سے واقف ہوچکی تھی۔اس لیے اس نے اپنی رعایا سمیت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت قبول کرلی اور حلقہ ایمان میں داخل ہوگئی۔یوں جاسوس ہدہد کی وجہ سے ایک پورا ملک ایمان کی دولت سے مالا مال ہوا۔

کہانی ختم۔۔۔پیسا ہضم ہدہد نے چہک کر اعلان کیا۔''واہ بھئی واہ، مزے دار کہانی تھی۔''بلبل نے ہدہد کی تعریف کی۔''واقعی، ہدہد کی کہانی، ہدہد کی زبانی، بہت اچھی لگی۔توتے نے بھی کھلے دل سے اس کی تعریف کی۔بس کوا اپنے باپ دادا والا رویہ رکھے ہوئے تھے اور جل بھن رہا تھا۔وہ آیا بھی دیر سے تھا اور الٹی سیدھی حرکتیں کرکے سب کی توجہ تقسیم کرنے میں لگا رہا تھا۔

''سب دوستوں کا شکریہ''

نیلو ہدہد نے فخر سے پھول کر کہا۔''لیکن اس کہانی کا نتیجہ کیا نکلا؟؟''

اس آواز پہ سب چونکے۔انھوں نے دیکھا کہ نیلو کے ابا ایک ٹہنی پر بیٹھے مسکرا رہے تھے۔

ابا کو دیکھ کر نیلو نے نظریں نیچی کرلیں اور گردن جھکا لی۔وہ اپنے صبح کے رویے پر شرمندہ تھا کہ اس نے اماں ابا سے بدتمیزی کی تھی۔''انکل!!! نتیجہ آپ بتادیں۔''ٹیٹو طوطے نے کہا۔

''تو سنو، نتیجہ یہ ہے بچو!!! کہ ہمارے خاندان کے ایک محنتی، وفادار اور چالاک ہدہد نے ایسا کارنامہ سرانجام دیا تھا کہ رہتی دنیا تک ہم سب کا نام روشن ہوگیا۔اب ہم خود کو ہدہد کہلوانے میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں، لیکن ہمیں بھی تو کوئی نمایاں کام کرنا چاہیے، ہمیں بھی کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دینا چاہیے، اور یہ سب محنت سے ہوگا، اس لیے ہمیں بھی محنت کو شعار بنانا چاہیے۔''نیلو کے ابا نے کہا اور (کوے کے سوا) سبھی پرندوں نے بلند آواز سے ان کی تائید کی۔خاص بات یہ تھی کہ نیلو ہدہد کی آواز سب سے نمایاں تھی۔یہ دیکھ کر اس کے ابا کا دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔

''انکل اب ہم گھر چلتے ہیں۔''کام کبوتر نے اجازت چاہی۔''نہیں۔ابھی نہیں پہلے اپنے دوست نیلو کا نیا گھر تو دیکھ لو۔''ابو نے کہا تو نیلو اچھل پڑا۔پھر وہ اور دیگر پرندے ''پھررر'' سے اڑ گئے۔یہ اڑان بھرتے ہی نیلو نے خود سے ایک عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کاہلی اور سستی سے کام نہیں لے گا اور اپنے کام خود کرے گا۔یہ عزم کرتے ہی اسے اپنے پروں میں پہلے سے زیادہ طاقت محسوس ہوئی اور وہ مزید تیزی سے اڑنے لگا۔

موٹو اور ڈبا

انعم توصیف

وہ لڈو کے ڈبے کا کرنے صفایا
جو اماں کے کمرے میں چپکے سے آیا
سکوں اس کی نس نس میں ایسا سمایا
کہ اماں کو سوتا ہوا اس نے پایا
جوں ہی لڈو کا ڈبا اس نے اٹھایا
موبائل کی گھنٹی نے اس کو ڈرایا
سنی اس نے آواز، وہ سٹپٹایا
اچانک سے گل دان اس نے گرایا
سمجھ کر اسے چور اماں نے مارا
پڑی پاس چادر سے اس کو یوں جھاڑا
سنا شور سب نے تو کمرے میں آئے
وہاں چور کو دیکھ کر گڑبڑائے
یوں چادر میں وہ چور بھیا نے پکڑا
دو تھپڑ لگا کر یوں موٹو کو جکڑا
تھا شور، رونے کی آواز آئی۔
تو باجی نے جلدی سے چادر اٹھائی
جو موٹو کو دیکھا یوں ڈبے کو تھامے
سمجھ بیٹھے سب قصہ فوراً ہی سارے
ہنسی کا یوں کمرے میں طوفان آیا
کہ خفَت سے موٹو نے سر کو جھکایا
جو دیکھا اسے، پھر ترس اس پہ آیا
سو اماں نے اس کو گلے سے لگایا
محبت سے گالوں کو پھر تھپتھپایا
اسے کھول کر پھر وہ ڈبا دکھایا
منہ اس کا کھلا کا کھلا رہ گیا تب
نظر سوئی دھاگے پہ اس کی پڑی جب
مزے دار قصہ جو میں نے سنایا
یہ امید ہے سب کے دل کو ہے بھایا

ST. IVES

ORIGINAL SWISS FORMULA

Brighten Up!

with

AMERICA'S NO.1 & AWARD WINNING

Scrub Brand

Your face comes first, and when it looks great, you do too.

100% Natural Extracts
Paraben Free
Oil Free
Dermatologist Tested
Hypoallergenic

AT A PRICE, EVERY ONE CAN AFFORD

COMPLETE RANGE OF ALL **SCRUBS BODY LOTION & BODY WASHES**
AVAILABLE AT ALL MAKEUP CITY OUTLETS & LEADING STORES NATION WIDE

وفادار دوست

سویرا فلک

''امی جانے دیں نا! آخر علی بھی تو آیا ہوا ہے باہر، بلکہ روز ہی آتا ہے۔'' اُسامہ نے کوئی تیسری بار امی سے ضد کی تو امی جو کھانا پکانے میں مصروف تھیں اور اب تک صرف ''نہیں'' کہہ کر اُسامہ کی بات کا جواب دے رہی تھیں۔ اس بار چولہا بند کر کے اُسامہ کا ہاتھ پکڑ کر ٹی وی لاؤنج میں رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں اور اُسامہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر بہت نرمی سے اُسامہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ''میرے اچھے بیٹے اگر کوئی کیچڑ بھرے تالاب میں چھلانگ لگا دے تو کیا آپ بھی اس کی نقل میں ایسا ہی کریں گے؟'' ''نہیں امی'' اُسامہ نے ناک سکیڑ کر کہا اور کیا اگر کوئی اونچی پہاڑی سے کسی گہری اندھیری کھائی میں کود دے تو آپ بھی ایسا ہی کریں گے کیوں کہ کوئی دوسرا یا آپ کا دوست بھی ایسا ہی کر رہا ہے؟ امی نے ایک بار پھر نرمی سے پوچھا تو اُسامہ نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں اور زور زور سے نفی میں سر ہلا کر ''نہیں، ہر گز نہیں'' کہا۔ یہ سن کر امی مسکرا دیں۔ اور کہنے لگیں:

''بالکل بیٹا یقیناً آپ یا کوئی عقل مند انسان ایسی بے وقوفی نہیں کرے گا۔ بیٹا اب آپ ماشاء اللہ دس سال کے ہو گئے ہیں۔ اپنے ابو کے ساتھ خبریں بھی دیکھتے ہیں اور کارٹون کے درمیان آنے والے اشتہارات بھی یہ بتایا جا رہا ہے کہ آج کل پوری دنیا میں کرونا نامی جس وبا اور وائرس کی لپیٹ میں آئی ہوئی ہے۔ اس مرض سے مرنے کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ میرے بیٹے بطور انسان ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی جان، مال اور عزت کی ہر ممکن حفاظت کریں۔ کرونا سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے گھروں میں رہیں۔ اس سے بچنے کے لیے تعلیم جیسی اہم ترین سرگرمیوں کو بھی درس گاہوں میں روک دیا گیا کیوں کہ صحت سب سے بڑی نعمت ہے اور جان ہے تو جہان ہے۔ بھئی اگر زندگی ہو گی تو ہم اپنے مقاصد کو پا سکیں گے۔ اگر علی یا کوئی اور فرد بلاوجہ گھر سے باہر نکلے تو ہر گز سمجھ داری نہیں۔ البتہ وہ لوگ جو کسی وجہ یا ضرورت کے تحت باہر نکلتے ہیں جیسے آپ کے ابو نوکری کے لیے جاتے ہیں یا کوئی خاتون یا مرد راشن لینے نکلتے ہیں مگر کھیلنے کے لیے یا تفریح کی غرض سے فی الحال باہر کے بجائے گھر سب سے محفوظ ترین جگہ ہے۔''

''مگر امی میرا تو کوئی بھائی بہن بھی نہیں جس کے ساتھ میں کیرم یا لوڈو یا پھر صحن میں کرکٹ وغیرہ کھیل سکوں۔'' اُسامہ کا لہجہ اداس تھا تو اس نے امی نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

''بیٹا لڈو اور کیرم تو رات میں آپ کے ابو آپ کے ساتھ کھیل لیتے ہیں اور باقی دن امی کام میں ہوتی ہیں تو آپ موبائل پر گیم کھیلتے ہیں یا ٹی وی دیکھتے ہیں۔''

''مگر امی یہ بارش کی وجہ سے انٹرنیٹ اور کیبل کے تار خراب ہو گئے ہیں تو اب میں کیا کروں میں بہت بور ہونے لگتا ہوں۔'' اُسامہ کی شکل رونے والی ہو گئی۔ تب امی کو اس کی اصل پریشانی سمجھ آ گئی۔ انہوں نے چند لمحے کچھ سوچا پھر وہ اسامہ کا ہاتھ پکڑ کر اسٹور کی طرف آ گئیں۔ اسٹور میں آکر انہوں نے ایک پرانی صاف ستھری الماری کا لاک کھولا اور پر کچھ دیر بعد ایک موٹا سا خاکی لفافہ اسامہ کو تھما کر الماری واپس لاک کر دیا۔ اسامہ کے ساتھ واپس میز پر آکر بیٹھ گئیں۔

اُسامہ حیرت سے خاکی لفافے کو دیکھ رہا تھا، آخر اس سے رہا نہ گیا اور امی سے پوچھا۔ ''امی یہ کیا ہے؟'' امی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کی بوریت کا حل ہے اور پھر لفافہ کھول دیا اور لفافے سے رنگین خوب صورت کتابیں میز پر سجا دیں۔

''یہ شاید کہانیوں کی کتابیں ہیں۔'' اسامہ نے ٹائٹل پر بنی تصویریں اور نام دیکھ کر کہا۔

''بالکل اور آپ کو پتا ہے کتابیں انسان کی سب سے مخلص وفادار ساتھی اور دوست ہوتی ہیں۔ آپ اکیلے ہوں انٹرنیٹ کنکشن ہو یا نہ، بجلی ہو یا نہ ہو، آپ گھر میں یا باہر شہر میں یا میز پر سب جگہ آپ کے ساتھ جا سکتی ہے۔ یہ اپنے دوستوں یعنی مطالعے کے ذریعے لوگوں کو الگ ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔ پرانے زمانے میں جب رات میں بجلی ہوتی ہی نہیں تھی تو لوگ لالٹین لے کر کتابیں پڑھا کرتے تھے یا پھر اپنے پڑھے ہوئے قصے اور کہانیاں دوسروں کو سنایا کرتے تھے اور کتاب کے ساتھ وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلتا۔ اب آپ ان کو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے جائیں پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ آپ کو کیسا لگا۔ جب تک میں کھانا تیار کر لوں۔'' اُسامہ بہت خاموشی سے امی کی باتیں سنتا رہا اور غور سے ان کتابوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ کتابیں لے کر اپنے کمرے میں آ گیا کچھ کتابیں اردو میں تھیں اور کچھ انگریزی میں۔ اُسامہ نے اُردو کی ایک کتاب اٹھائی اور پڑھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں اسے لگا کہ وہ خود کرداروں کے ساتھ اس کہانی کی دنیا میں موجود ہے۔ وہ ارد گرد سے بے خبر ہو کر کہانی پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

امی کھانا پکا کر آئیں تو اسامہ دو کتابیں ختم کر چکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں اور چہرے سے خوشی ٹپک رہی تھی وہ امی کے گلے لگ گیا۔ ''شکریہ میری پیاری امی۔ آپ نے سچ میں مجھے بہترین دوست سے ملا دیا اب میں بھی اپنی کتابوں کی الماری بناؤں گا اور پھر سب کو بتاؤں گا۔

میری اچھی دوست کتاب
مجھ کو سکھاتی ہے آداب
حق کی راہ دکھاتی ہے
پڑھنا مجھ کو سکھاتی ہے
جگ کی سیر کراتی ہے
دل میرا بہلاتی ہے
سورج چاند ستاروں کے بھی
قصے مجھ کو سناتی ہے

ساتھ ہی بستے میں یہ میرے
روز اسکول بھی جاتی ہے
اس کا جو بھی ہو جاتا ہے
اُس کی ہی ہو جاتی ہے
سچی پکی بات ہے اس کی
بات اپنی منواتی ہے
جس نے بھی اسے دوست بنایا
اس نے اچھا ساتھی پایا۔

پلیٹی پس

فوزیہ خلیل

آج جماعت ہفتم میں اسٹوری پیریڈ تھا۔ مس اسماء جماعت کی بجائے لڑکیوں کو باہر لان میں لے جاتی تھیں اور اپنا پیریڈ وہاں لیتی تھیں۔ ہری ہری گھاس پر بیٹھ کر مس اسماء سے اسٹوری سننے میں بچیوں کو بہت مزہ آتا تھا۔ اس طرح اسٹوری پیریڈ کا مزہ دوگنا ہو جاتا تھا۔

”آج میں کہانی نہیں سناؤں گی بلکہ آج مسفرہ سب کو کہانی سنائے گی۔“ مس اسماء نے مسکراتے ہوئے مسفرہ کو کھڑا کر دیا۔ مسفرہ گھاس پر سے کھڑی ہو کر بینچ پر جا بیٹھی۔

”کیوں نہیں ضرور، شروع کرتی ہوں۔“ مسفرہ نے بولنا شروع کیا۔ تمام طالبات اُس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

”ایک بچہ تھا، جماعت کے تمام بچے اس کا مذاق اُڑاتے تھے۔ وہ بچہ بھی کچھ عجیب سا تھا۔ بڑے بڑے کان، مڑے ہوئے اور عجیب موٹے سے ہونٹ، بہت چھوٹی اور باریک آنکھیں۔ جماعت کے بچے اُس کو نام سے پکارنے کی بجائے پلیٹی پس کہتے تھے۔“

”کیا!!! پلیٹی پس!! یہ کیا ہوتا ہے؟“ عافیہ نے فوراً پوچھا۔

”پلیٹی پس ایک عجیب و غریب جانور کا نام ہے۔ اس کو غور سے دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ماہر شخص نے نہایت مہارت سے چند الگ الگ اعضاء کو جوڑ کر ایک عجیب و غریب سا وجود تراشا ہے۔ اعضاء آپس میں میل نہیں کھاتے۔“ مس اسماء بولیں۔ ”دیکھنے میں کیسا لگتا ہے؟“ بسمہ نے پوچھا۔

”اس کا سر بالکل چھوٹا ہوتا ہے۔ چونچ بطخ کی طرح ہوتی ہے، چہرے کے دونوں جانب خوراک جمع کرنے کے لیے تھیلیاں ہوتی ہیں۔ چپو نما پاؤں ہوتے ہیں جو کہ جھلی میں بند ہوتے ہیں۔“

”ہاں میں نے بھی اس جانور کے متعلق پڑھا ہے۔“ رافیہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ براعظم آسٹریلیا کا ایک عجیب و غریب جانور ہے یہ چھچھوندر سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے جسم پر شکن آلود کھال ہوتی ہے، سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ یہ مختلف حیوانات کی یادگار ہے۔“ رافیہ کہتی چلی گئی۔

مس اسماء رافیہ کی معلومات سے بہت خوش ہوئیں اور انہوں نے مسکرا کر کہا۔ ”رافیہ بیٹی، آپ پلیٹی پس کے بارے میں مزید کیا بتا سکتی ہیں۔“

”اس کا شمار نہ دودھ پلانے والے جانوروں میں ہوتا ہے اور نہ ہی رینگنے والے جانوروں میں۔ قدرت نے اس کو الگ ہی طرح کی خصوصیات عطا کی ہیں۔ دودھ پلانے والے جانور کبھی زہریلے نہیں ہوتے مگر یہ واحد دودھ پلانے والا جانور ہے جو زہریلا ہوتا ہے۔ اس کے پچھلے پاؤں میں پنجوں کے اوپر ایک نوک دار ہڈی سی ہوتی ہے۔ اس ہڈی کا تعلق زہریلے غدود سے ہوتا ہے۔ اگر کبھی یہ ہڈی کسی انسان کے چبھ جائے تو زہر انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔“ رافیہ بتاتی چلی گئی۔ بچیاں کہانی بھول چکی تھیں اور بہت غور سے رافیہ کی باتیں سن رہی تھیں۔

”اس جانور کا کتنا عجیب و غریب نام ہے۔ ”پلیٹی پس“ بھلا یہ کیسا نام ہوا۔“ نعمانہ نے حیرت سے کہا۔ رافیہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور بولی: ”پلیٹی پس کا مطلب ہے چوڑے پاؤں والا۔“

”اور پلیٹی پس کے بارے میں کون بتائے گا؟ مثلاً یہ کہاں رہتا ہے خشکی میں یا پانی میں۔“ مس اسماء بولیں۔

”میں عرض کرتی ہوں“ طیبہ نے گھاس پر سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ یہ بہت آسانی سے تیر سکتا ہے، کیوں کہ اس کی چپو جیسی دم ہوتی ہے اور پنجوں میں بھی جھلی ہوتی ہے یہ ندی، نالے اور تالاب وغیرہ کے کناروں پر بڑی مہارت سے سرنگ کھود کر زمین کے نیچے اپنے گھر بناتا ہے۔“

”سرنگ مطلب؟؟ کیا لمبی لمبی سرنگیں۔“ یہ مسفرہ کا سوال تھا۔

”ہاں یہ سرنگیں زمین کے اندر تقریباً پچاس سے ساٹھ فٹ تک چلی جاتی ہیں۔ یہ ان میں بے شمار راستے بناتا ہے۔ کچھ پانی کے اندر سے جاتے ہیں اور کچھ باہر خشکی سے۔“

”خشکی کے راستوں کے دہانے کہاں ہوتے ہیں؟“ سارہ نے پوچھا۔ ”عام طور پر خشکی کے راستوں کے دہانے درختوں کی جڑوں میں ہوتے ہیں۔“ طیبہ نے فوراً جواب دیا تو مس اسماء مسکرانے لگیں۔

”مس اب آپ بھی کچھ بتائیے ناں!!“

”بھئی رافیہ اور طیبہ نے اتنا کچھ بتا دیا ہے کہ میرے لیے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔“ مس اسماء نے ہنس کر کہا۔

”نہیں مس۔ کوئی ایسی بات جو ابھی زیر بحث نہ آئی ہو۔“ کلاس کی مانیٹر نے کہا۔

”چلیں میں اس کی غذا کے متعلق بتاتی ہوں۔ یہ سمندری اور زمینی کیڑے مکوڑے کھاتا ہے۔ سیپ دار مچھلیاں اور گھونگے بھی کھاتا ہے۔ یہ کبھی بے کار نہیں بیٹھتا۔

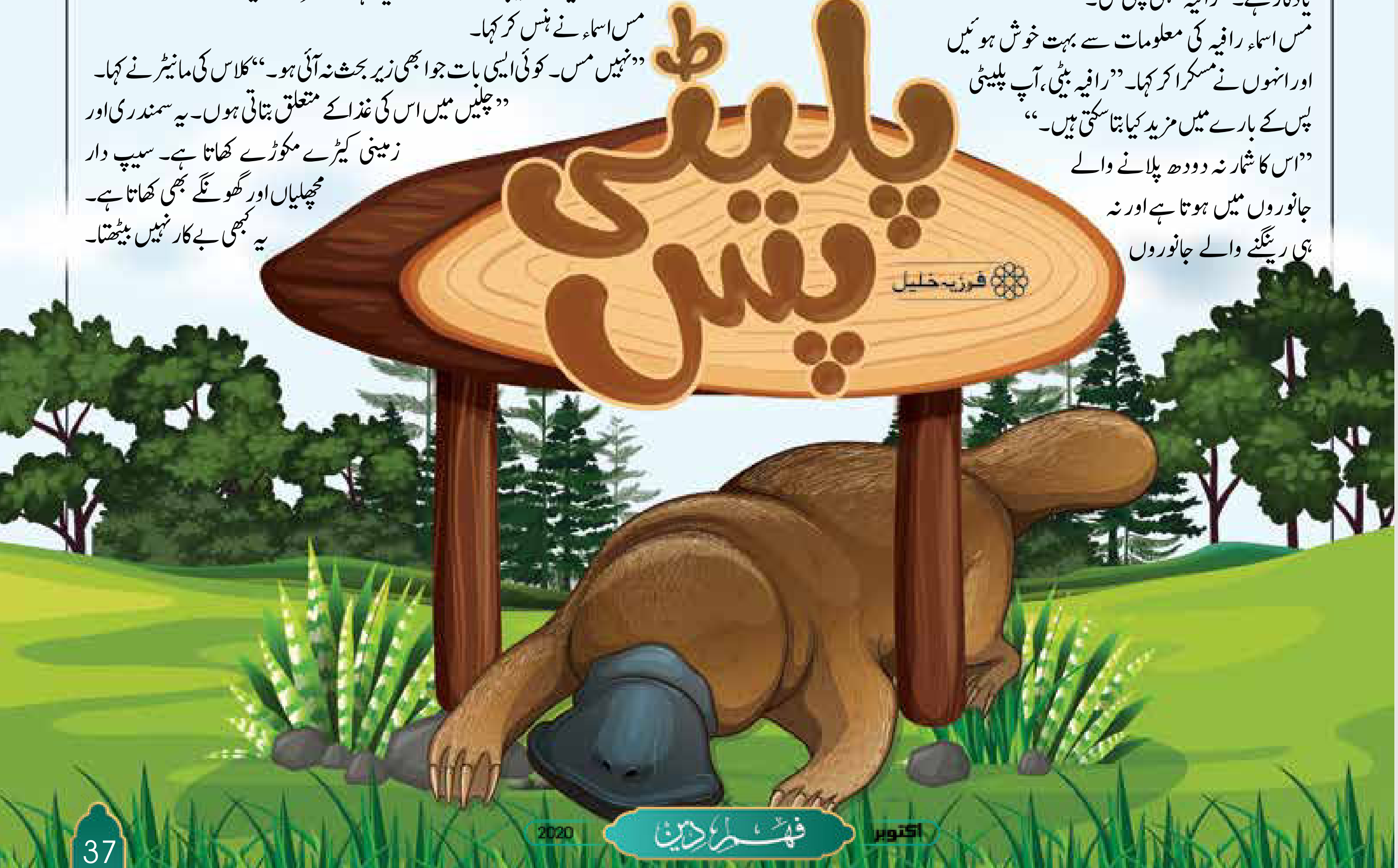

مرغ کی بانگ

• ڈاکٹر الماس روحی

دادی جان حیران تھیں۔ مرغی کے انڈے کسی نے چرا لیے تھے۔ اُداس مرغی کُٹ کُٹ کرتی ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ بہت پریشان تھی، ایسا لگ رہا تھا رو رہی ہے۔ سچ مچ بے چاری کے کسی نے انڈے چرا لیے تھے۔ مریم اور زید ہاتھ باندھے گردن نیچے کیے خاموش کھڑے تھے۔ ''سچ سچ بتاؤ بچو مرغی کے انڈے کس نے چھپائے ہیں'' مریم نے گردن سے زید کی طرف اشارہ کیا۔ دادی جان نے زید کی طرف دیکھا ''مرغا تو بہت زور سے کاٹتا ہے ککڑوں کوں، ککڑوں کوں کر کے اُچھلتا ہوا آئے گا اور زور سے کاٹ لے گا، مرغی نے اگر زید تمھاری شکایت کر دی تو بہت برا ہو گا''

زید سوچنے لگا ''کیا واقعی مرغا میرے ساتھ ایسا کرے گا؟''

◆◆◆

دادی جان فجر کی نماز پڑھ کے اپنے وظائف سے فارغ ہوتیں تو سورج نکل چکا ہوتا، دادی جان مرغی کا ڈربا کھول دیتیں۔ مرغا، مرغی اور چوزے باہر نکل آتے۔ پروں کو پھڑپھڑاتے، جھرجھری لیتے، چوزے چوں چوں چوں چوں کرتے۔ بسم اللہ پڑھتے، مرغی کُٹ کُٹ کُٹ کُٹ کرتی۔ اللہ کی تعریف کرتی۔ مرغا ککڑوں کوں، ککڑوں کوں کر کے اپنے رب کو یاد کرتا اور چونچ زمین پر رگڑ کر اللہ کا شکر ادا کر کے اپنے بچوں کو دُعا دیتا۔ خوش رہو، شاد رہو، خوب کھاؤ اور پیو۔ دادی جان ان کے دانے پانی کا خیال رکھتیں، مریم اور زید بھی صبح سویرے اٹھ جاتے۔ بڑے شوق سے مرغی اور اس کے بچوں سے کھیلتے۔ مریم کُٹ کُٹ کرتی تو بچے مریم کی طرف دوڑتے اور زید دوسری طرف کھڑا ہو کر کُٹ کُٹ کی آواز نکالتا تو بچے اس کی طرف دوڑتے۔ یوں صبح سویرے بچوں کی خوب ورزش ہو جاتی۔ دادی جان بتاتیں جانوروں میں سب سے مشہور مرغی ہے۔ اس کا گوشت اور انڈے پوری دنیا میں کھائے جاتے ہیں۔ جب موسم بدلتا اور سردی بڑھتی ہے تو مرغی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گرمی پہنچانے کے لیے اپنے پروں میں چھپا لیتی ہے۔ زید اور مریم کو حیرت ہوتی۔ ''مرغی تو ہماری امی کی طرح اپنے بچوں کا خیال رکھتی ہے۔'' دادی جان مسکراتیں اور انہیں بتاتیں ''ہر جان دار اپنے بچوں سے ایسا ہی پیار کرتا ہے۔'' دادی جان کا مرغا بہت خوب صورت تھا۔ اس مرغ کا سر چھوٹا اور آنکھیں بڑی تھیں اس کا پچھلا حصہ بہت مضبوط تھا۔ پروں کا رنگ سیاہ، پیلا اور سرخ تھا۔ اس کی ٹانگیں بھی بڑی تھیں اس کا سینہ اور گردن کا حصہ سیاہ تھا۔ وہ تن درست، توانا اور جسامت میں بھاری تھا۔ وہ اپنے قدم زمین پر سختی سے دبا کر چلتا تھا۔ اس کی چال اور شان و شوکت ہی نرالی تھی۔ دادی جان کا کہنا تھا۔ ایسے مرغ پہلے مرغ بازی کے شوقین افراد کے پاس ہوتے تھے۔ یہ کھیل بہت پرانا ہے ہر دور میں کھیلا جاتا رہا ہے۔

دادی جان گندم کی تیار شدہ روٹی اور ٹھنڈا میٹھا پانی کھانے میں مکئی کے اُبلے ہوئے دانے کھلاتیں۔ گھر کے سارے کیڑے مکوڑے بھی مرغی، مرغا اور چوزے کھا جاتے تھے۔ دادی اماں بتاتیں کہ مرغی صفائی پسند ہوتی ہے وہ گندی جگہ پر نہیں بیٹھتی۔ اس لیے ان کے ڈربے کی صفائی روز ہوتی۔ ایک مرتبہ آسمان پر اڑتے پرندے دیکھ کر شاید مرغی سوچ رہی تھی۔ کاش وہ اڑتی اور اپنے بچوں کو دنیا کی سیر کرواتی۔ یہ دنیا جو اللہ نے بنائی ہے اس کے بچے دیکھ کر کتنے خوش ہوتے۔ مگر اس کے پر کمزور تھے وہ تو بس ایک چھلانگ کی اڑان بھر سکتی تھی۔ اس کی کُٹ کُٹ کُٹ کُٹ کی آواز بھی مختلف موقعوں پر مختلف نکلتی تھی۔ پیار میں نرم اور غصے میں سخت آواز ہو جاتی تھی۔

اچانک دور مکھی کھاتے چوزے پر اڑتے کوّے نے جھپٹا مارا مرغی تیزی سے کٹ کٹ کٹ دوڑی۔ دیوار پر کھڑے لمبی کلغی والے مرغے نے اڑتے کوے کو چونچ جو ماری تو کوا کائیں کائیں کرتا زخمی ہو کر مشکل سے اڑ سکا۔ زید نے جب یہ منظر دیکھا تو مرغے سے ڈر گیا۔ مرغی کے انڈے واپس لا کر دادی جان کو دے دیے اور ان سے معافی مانگی۔ دادی جان کے ڈربے میں اب مرغی کے چھوٹے بڑے بہت سے بچے تھے جو لڑتے جھگڑتے تھے۔ اس ڈربے کی چھوٹی مرغیاں بھی لڑنے میں کسی سے کم نہ تھیں۔ کوئی ذرا چھوٹی کوئی ذرا موٹی تھی۔ ان کی آنکھیں کانچ جیسی تھیں۔ اب مرغا مرغی کے بچوں کے بھی کئی بچے تھے۔ سرخ، ہرے اور دھانی رنگ کے چوزے اپنے اپنے ڈربوں سے ہولے ہولے چوں چوں کرتے نکلتے۔ جب بھوک لگتی تو شور مچاتے۔ دانہ کھا کر خوش ہو جاتے۔ پھُدک پھُدک کر صحن میں مریم اور زید کے پیچھے پیچھے بھاگتے۔ مرغا روز دیوار پر بیٹھا بانگ لگاتا۔ بچے ابا مرغ کی آواز غور سے سنتے اور خوش ہو جاتے تھے۔

الفاظ معنی

مرغ:	مرغا	بانگ:	اذان
توانا:	طاقت ور	جسامت:	جسم
بھاری:	موٹا	نرالی:	انوکھی
گندم:	آٹا	کلغی:	سر پر تاج

THE BRAND THAT STANDS FOR NATURE

100% PURE BEE HONEY
PRODUCED AND PACKED IN GERMANY

langnese honey - Pakistan

بچوں کے فن پارے

سفیان بن عبد الباسط چھ سال ، کراچی

عائشہ جنید ۔ اعدادیہ ثانی، جامعہ معہد الخلیل کراچی

حفصہ عمران ، چہارم ، البدر اسکول کراچی

محمد بن گلاب سید ، سوم روضۃ السلام کراچی

آمنہ احسان ،نہم ، الائیڈ اسکول ،فیصل آباد

آئرہ شیخ، 11 سال، ششم ،صفہ سپویر اسکول کراچی

محمد بن خرم شہزاد ، درجہ حفظ جامعہ بیت السلام کراچی

پیارے بچو!

جب آپ یہ سطریں پڑھ رہے ہوں گے، امید ہے اس وقت تک آپ کے اسکول کھل چکے ہوں گے۔ تقریباً ساڑھے چھ سات ماہ اسکول بند رہنے سے یقیناً آپ کا بہت حرج ہوا ہے۔ اسکول کھلنا خوشی کی خبر ہے۔ پیارے پیارے بچوں کو ساڑھے چھ سات ماہ بعد پھر سے اسکول جانا مبارک ہو۔۔۔
یقیناً بہت سے بچے بے تابی سے اپنی درس گاہ کھلنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔۔
اور آپس کی بات ہے کچھ بچوں کو مشکل بھی لگ رہا ہوگا۔۔۔ ہے نا!!!
کیا آپ نے کبھی سوچا کہ کتنے ہی بچے ایسے ہیں، جو اسکول جانا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن ان کے حالات انھیں اجازت نہیں دیتے۔۔۔ انھیں چھوٹی سی عمر میں نوکری کرنی پڑتی ہے۔۔۔ ان کے کپڑے بھی گندے ہو جاتے ہیں۔۔۔ وہ مجبور ہوتے ہیں۔۔۔
پھر آپ تو خوش نصیب ہوئے نا۔۔۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو پر سکون زندگی عطا کی۔۔۔
جس میں آپ صاف ستھرے، یونی فارم میں پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔۔۔
اور دل لگا کر پڑھنے سے نتائج بھی اچھے آتے ہیں۔۔۔۔
ایک اور بات۔۔۔ پیارے بچے ایک ارادہ کریں! کہ اب جب دوبارہ سے درس گاہیں کھلی ہیں۔۔۔ تو ہم بھی خوب محنت اور لگن سے پڑھیں گے۔۔۔
پہلے اگر کچھ کمی ہو چکی ہو پڑھائی میں تو اب وہ کمی بھی دور کریں گے۔۔
تو کرتے ہیں نا پیارے بچے دل لگا کے پڑھنے کا وعدہ!!!

ماہنامہ فہم دین اکتوبر 2020ء کے سوالات

سوال نمبر 1 سیکرٹری کی آواز سن کر بوڑھے برگد نے کیا کہا؟

سوال نمبر 2 خدیجہ کے بابا سب کو چھوڑ کر کس چیز کی تلاش میں گئے تھے؟

سوال نمبر 3 خطرہ محسوس ہونے پر گلہریاں کیا کرتی ہیں۔۔؟

سوال نمبر 4 طوطے نے کیا پیغام دیا تھا۔۔۔؟

سوال نمبر 5 حسان کیوں پریشان تھا۔۔؟

جون 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1	طوطا	جواب نمبر 4	مسافر کے بیگ کے ذریعے
جواب نمبر 2	بحر الکاہل	جواب نمبر 5	عمرو بن ابی المقدوم نے
جواب نمبر 3	انگریزی کی کاپی پر		

جون 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

- حافظ محمد ابوبکر کراچی
- اسد نفیس فیصل آباد
- فاطمہ اویس کراچی

ان تینوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو

پیارے بچو!

- انعامی سوالات کے جوابات یا اپنے فن پارے آپ ڈاک سے بھی بھیج سکتے ہیں، ای میل بھی کر سکتے ہیں اور دیے گئے نمبر پر وٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔
- سوالات کے جوابات ہوں، یا پیارا سا فن پارہ اس پر اپنا نام، عمر، پتا، کلاس، اسکول / مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے فون نمبر ضرور لکھیں۔
- اس صفحے پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں شائع کیے جاتے ہیں۔

وٹس ایپ کے لیے نمبر نوٹ کر لیں: 0316 2339088

سید الانبیاء خاتم الانبیاء

عائشہ صدیقی عائش

نازِ لطف و عطا ، شانِ جود و سخا
تاج صبر و حیا ، خاتم الانبیاءؐ

نازشِ اصفیا ، قبلۂ اتقیاء
سیّدُ الانبیاء ، خاتم الانبیاءؐ

ہیں خدا کے مُقرّب سبھی انبیاء
پَر ، حبیبِ خدا ، خاتم الانبیاءؐ

آپؐ کو خوب وصفِ نبوت ملا
افضل الانبیاؐ ، خاتم الانبیاءؐ

کل جہاں کی چمک ، آپؐ کی اک جھلک
ہر طرف کی ضیا ، خاتم الانبیاءؐ

کیا زمیں، کیا فلک، بلکہ زیرِ قدم
سدرۃ المنتہیٰ، خاتم الانبیاءؐ

مدح خیر الوریٰ کی بدولت ملے
حشر میں آسرا ، خاتم الانبیاءؐ

کون ہیں وجہِ تخلیقِ کُل کائنات؟
سرورِ انبیاءؐ ، خاتم الانبیاءؐ

خوبرو ، خوشنما ،محترم ،دلربا
آپؐ کی ہر ادا خاتم الانبیاءؐ

میرے ایمان کی ہے تر و تازگی
مدحتِ مصطفیٰؐ، خاتم الانبیاءؐ

ارتقائے ادب ، عاشقوں کی طلب
آپؐ کا نقشِ پا خاتم الانبیاءؐ

قلبِ عائش کی حسرت کو تعبیر ہے
دیکھے جلوہ ترا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاءؐ

پڑوسی کے حقوق

ارسلان اللہ خان

ہمیشہ پڑوسی کا رکھو خیال
اسی میں ہے انسانیت کا کمال

اگر ہے پڑوسی تمھارا غریب
مدد کرکے اس کی بنو خوش نصیب

جو کچرے کو ڈالیں پڑوسی کے گھر
نہیں ہیں وہ ہر گز بھی اچھے بَشَر

یوں ہمسائے کا راستہ کرکے بند
نہ پہنچاؤ اُس کو خُدارا گَزَند

نہ گھر اپنا تُم اُس سے اونچا کرو
جو کرنا ہو تو پہلے پوچھا کرو

پڑوسی کو ہے تنگ کرنا فساد
تَلَف اس سے ہوں گے حقوق العباد

جو رکھتا ہے عقبیٰ پہ کامل یقیں
پڑوسی کو وہ تنگ کرتا نہیں

مچاؤ نہ ہر گز بھی یوں شور وشر
کہ آواز جائے پڑوسی کے گھر

نہ پانی گلی میں بہانا کبھی
کہ آجائے مُشکل میں ہر آدمی

پڑوسی تمھارا ہے بھوکا اگر
تو لو اُس کی جاکر خُدارا خَبَر

پکاؤ جو کھانے میں کوئی بھی شے
پڑوسی کے گھر پر بھی بھیجو اُسے

پڑوسی تمھارا جو بیمار ہو
تو تم اُس کی بیمار پُرسی کرو

یہ فرماگئے شاہِ عرب و عجم
وہ مومن نہیں ہے خُدا کی قسم

جو ہمسائے سے اپنے کرتا ہو جنگ
ہوں سارے پڑوسی بہت اُس سے تنگ

کرو گے پڑوسی کا احساس تُم
بنو گے خُدا کے یہاں خاص تُم

یہ سُنّت ہے سرکار کی مومنو
کبھی مت پڑوسی کو تکلیف دو

پڑوسی کا رکھتے ہیں جو لوگ مان
وہی لوگ اچھے ہیں اے ارسلانؔ

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: محمد اطہر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

حمدِ ربِ ذوالجلال

زباں دے سنگ ریزوں کو گلی کو گلستاں کردے
تری قدرت جسے چاہے زمیں سے آسماں کردے
تری مرضی کی سب یہ صورتیں ہیں اے میرے مولا
جسے چاہے نہاں کردے جسے چاہے عیاں کردے
تکبر تو میرے مالک تجھے ہی زیب دیتا ہے
مجھے بس عاجزی کے امتحاں میں کامراں کردے
کرم کی بات ہے تیرے کہ تیرا اِک اشارہ ہی
بیک لحہ غریب شہر کو شاہ جہاں کردے
ترا مندوبؔ بھی ہے منتظر تری توجہ کا
مرے مولا تو اس کی بے زبانی کو زباں کردے

شاعر: مندوبؔ　　انتخاب: عزیز الرحمٰن

سیرتِ رسول ہمارے لیے نمونہ ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بھیجا ہی اس مقصد کے لیے تھا کہ آپ انسانیت کے سامنے ایک مکمل اور بہترین نمونہ پیش کریں۔ ایسا نمونہ بن جائیں جس کو دیکھ کر لوگ نقل اتاریں۔ اس کی تقلید کریں۔ اس پر عمل پیرا ہوں اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

اس غرض کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں بھیجا تھا۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ایک لحہ ہمارے لیے ایک مثال ہے۔ ایک نمونہ ہے اور ایک قابلِ تقلید عمل ہے اور ہمیں آپ کی زندگی کے ایک ایک لمحے کی نقل اتارنی ہے۔ یہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے۔

لہٰذا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے دوسرے لیڈروں پر قیاس نہیں کرسکتے کہ ان کا ایک دن منالیا اور بات ختم بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو ہماری زندگی کے ایک ایک شعبے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نمونہ بنادیا ہے اور سب چیزوں میں ہمیں ان کی اقتدا کرنی ہے۔ ہمارا زندگی کا ہر دن ان کی یاد منانے کا دن ہے۔

(اسلام اور ہماری زندگی، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی)
انتخاب: محمد اظہر

نعت

ہر وقت تصور میں مدینے کی گلی ہے
اب دربدری ہے نہ غریب الوطنی ہے
اس شہر میں بک جاتے ہیں خود آکر خریدار
یہ مصر کا بازار نہیں، شہر نبیؐ ہے
اس ارضِ مقدس پہ ذرا دیکھ کے چلنا
اے قافلے والو! یہ مدینے کی گلی ہے
نظروں کو جھکائے ہوئے خاموش گزر جاؤ
بے تاب نگاہی بھی یہاں بے ادبی ہے
اقبالؔ میں کس منہ سے کروں مدح محمد
منہ میرا بہت چھوٹا ہے اور بات بڑی

انتخاب: راشدہ پروین
شاعر: اقبال عظیم

اعضاء اور احتیاط

دل کی مثال ایک تالاب کی ہے۔ جس میں چار راستوں سے پانی آرہا ہے۔ ان راستوں کے ذریعے سے صاف یا گندہ پانی آئے گا۔ ویسا ہی پانی تالاب میں جمع ہوگا اور ضرورت کے وقت وہی پانی باہر آئے گا۔

تالاب دل ہے اور چار راستے آنکھ، زبان، کان اور دماغ ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان چاروں راستوں کو استعمال کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔

دلچسپ اثر انگیز واقعات (انتخاب: محمد اسامہ نور)

جیسے کو تیسا

جو شخص جس خصلت کا ہوتا ہے اس کو اسی خصلت کے لوگ مل جاتے ہیں۔ جب کسی بداخلاق یا چالاک شخص کو اس سے بھی زیادہ بداخلاق اور چالاک شخص مل جائے تو یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ اس کہاوت کے تعلق سے ایک مشہور کہانی اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

کسی جنگل میں ایک سارس اور چالاک لومڑی میں بہت دوستی تھی۔ دونوں ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ایک دن لومڑی نے سارس کو اپنے یہاں دعوت دی۔ لومڑی نے نہایت لذیذ کھیر بنائی۔ جب سارس لومڑی کے گھر آیا تو اس نے ایک طشتری میں کھیر نکالی اور سارس سے کھانے کے لیے کہا۔

دونوں ایک ہی طشتری میں ساتھ ساتھ کھانے لگے۔ لومڑی لپ لپ کرکے ساری کھیر کھا گئی جب کہ لمبی چونچ ہونے کی وجہ سے سارس کچھ نہ کھا سکا۔ وہ بے چارہ بھوکا ہی رہ گیا۔ چلتے وقت اس نے لومڑی کا شکریہ ادا کیا اور شام کے کھانے کی دعوت بھی دے دی۔ لومڑی نے سارس کی دعوت منظور کر لی۔ سارس من ہی من میں لومڑی سے بدلہ لینے کی سوچ رہا تھا۔ اس نے بہترین شوربا تیار کروایا۔ دوسرے روز شام کو جب لومڑی وہاں پہنچی تو شوربے کی مہک سے اس کی بھوک چمک اٹھی اور منہ میں پانی آنے لگا۔ سارس نے ایک تنگ منہ کے لمبے برتن میں شوربا نکالا اور لومڑی سے بولا۔

”آو بہن ہم اور آپ مل کر اس کا مزہ لیں۔“

برتن کا منہ تنگ ہونے کی وجہ سے لومڑی اس کے سامنے بیٹھی ہی رہی۔ سارس نے برتن کے اندر اپنی لمبی چونچ ڈالی اور مزے مزے سے شوربا پینے لگا۔ لومڑی منہ تکتی رہی اور بھوکا ہی واپس لوٹنا پڑا۔ اب لومڑی اپنی کی ہوئی چالاکی پر پچھتا رہی تھی۔

انتخاب: ظفر اللہ

ضرب الامثال

(1) آ بیل مجھے مار۔	مصیبت کو خود دعوت دینا۔
(2) آپ بیتی کہوں یا جگ بیتی	خود پر گزری کہوں یا دوسروں کی مصیبت بیان کروں۔
(3) آدھا تیتر آدھا بٹیر	غیر تسلی بخش، ادھورا کام
(4) آستین کا سانپ	وہ دشمن جو بظاہر دوست ہو
(5) آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پھنسنا۔

انتخاب: سعد ہارون

ذرا سوچیے!

ہم اپنی ذات کے لیے تو بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں مگر دوسروں کو یہ حق دینے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتے۔ مزاح کے نام پر دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کوئی دوسرا ہم سے مذاق کرے تو آگ بگولا ہونے لگتے ہیں۔ خود پر تنقید بالکل برداشت نہیں کرتے لیکن دوسروں پہ تنقید کرنا اپنا بنیادی حق بلکہ شاید لازم سمجھتے۔ ذرا سی دیر کو بھی یہ نہیں سوچتے کہ میری اس بات سے مخاطب پر کیا گزرے گی!!!!

آخر یہ کھلا تضاد کیوں اور کب تک؟؟؟

ام ابراہیم

آپ کے اشعار

شاید یہیں کہیں ہوترا نقشِ پائے ناز
ہم نے گرادیے ہیں سرِ رہ گزر پھول

انتخاب: فضل مقصود — شاعر: ساغر صدیقی

نغمۂ بلبل ہو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
ہے اسی زنجیر عالم گیر میں ہر شے اسیر!

انتخاب: محمد اشفاق — شاعر: علامہ اقبال

کتنی آنکھوں کو نظر کھا گئی بدخواہوں کی
خواب کتنے تری شاہ راہوں میں سنگسار ہوئے

انتخاب: حمزہ مصطفیٰ — شاعر: فیض احمد فیض

جھک جھک کے اس ادا سے اُٹھی آج وہ نظر
میری جبینِ شوق میں سجدے مچل گئے

انتخاب: عثمان عظیم — شاعر: محمد زکی کیفی

سمائے جو نہ اس چھوٹے سے دل میں وہ خوشی دی ہے
مجھے تو نے بہت ہی خوب صورت زندگی دی ہے

انتخاب: محمد علی فاروق — شاعر: قتیل شفائی

جو ہمت کرو گے تو حامی خدا ہے
خدا کے سوا کون ہے میر ساماں

انتخاب: حفیظ اللہ — شاعر: اسماعیل میرٹھی

متاثرین بارش کے لیے
بیت السلام ریلیف پروگرام

رپورٹ: خالد معین

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے رضاکار مشکل وقت میں ضرورت مندوں تک پہنچیں اور فوری نوعیت کی جس خدمت کی انہیں ضرورت ہو، پہنچائی جائے۔ گزشتہ ماہ ہونے والی شدید بارشوں کے دوران بیت السلام کے رضاکاروں نے کئی طرح کی خدمات جاری رکھیں۔ پانی میں پھنسے ہوئے لوگوں اور ان کی گاڑیاں نکالنے میں مدد کرنے کے علاوہ متاثرین تک پکا پکایا کھانا اور پینے کا صاف پانی پہنچانا وہ فوری ضرورت تھی، جو بیت السلام کے رضاکاروں نے متاثرین اور ضرورت مندوں تک پہنچائیں۔

ہزاروں افراد تک تیار کھانا اور پینے کا پانی پہنچانے کے ساتھ ساتھ مستحق گھرانوں کے لیے راشن فراہمی پروگرام کے تحت ایک لاکھ گھرانوں تک راشن پہنچانے کا فیصلہ کیا گیا۔ راشن میں آٹا، چینی، چاول، دالیں اور پکانے کا تیل شامل ہے۔

کراچی کی مضافاتی بستیوں کے ساتھ ساتھ وہ پوش علاقے جہاں شدید بارش سے مشکلات ہوئیں وہ بھی شامل ہیں۔ جن میں ڈی ایچ اے فیز 6 بھی شامل ہے۔

اندرون سندھ کے ہزاروں خاندانوں تک راشن پہنچانے کے انتظامات کیے گئے۔ سندھ کے جن علاقوں میں امدادی مہم انجام دی گئی، ان میں میر پور خاص، سانگھڑ، بدین اور سندھڑی شامل ہیں۔

راشن فراہمی کے سلسلے میں ایک پروگرام سانگھڑ اور میر پور خاص میں رکھا گیا، جہاں صدر پاکستان جناب عارف الرحمن علوی اور گورنر سندھ جناب عمران اسماعیل نے شرکت کی اور اپنے ہاتھ سے متاثرین میں راشن تقسیم کیا، اس کے علاوہ میر پور خاص کی درجنوں مضافاتی بستیوں میں مچھر مار اسپرے کیا گیا، مچھر دانیاں فراہم کی گئیں۔ جن خاندانوں کے گھر بارش سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کا رہنا ممکن نہیں رہا، ان گھرانوں کو خیمے فراہم کیے گئے۔ علاوہ بہت سے ضرورت مندا زیں چارج ایبل لائٹیں بھی فراہم کی گئیں۔

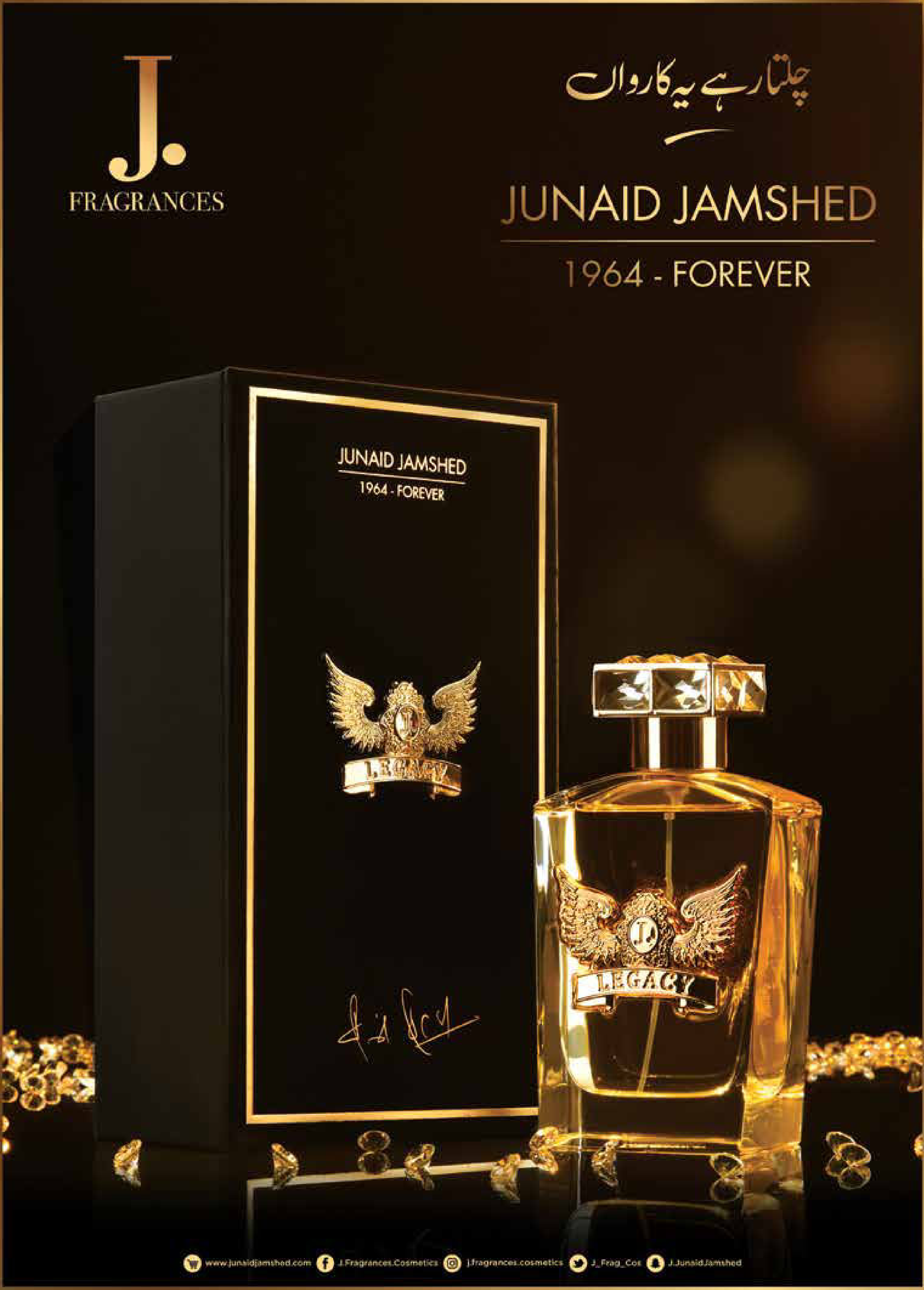
J.
FRAGRANCES
چلتا رہے یہ کارواں
JUNAID JAMSHED
1964 - FOREVER
JUNAID JAMSHED
1964 - FOREVER
LEGACY
LEGACY
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
j.fragrances.cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

DIAMOND BUILDERS

ALI LAKHANI BUILDERS

GM LAKHANI TOWERS

PRE-BOOKING OPEN

4 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

3 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

2 BEDROOMS
DRAWING & LOUNGE

PLOT # A, SECTOR 35A, SCHEME 33, NEAR RIM JHIM TOWERS, KARACHI.

CONTACT : 0301-060-2222 - 0301-050-2222

diamondbuilders.pk